

اس شمارے میں

تحفظ ناموس رسالت ﷺ (کچھ بیاں اپنا)	۵	(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری
عشق تمام مصطفیٰ ﷺ عقل تمام بولہب	۱۳	عامرہ احسان
یوم عشق رسول ﷺ اور میڈیا ٹرائل	۱۶	مولانا محمد ساجد نوری
قربانی..... یادِ اسماعیل علیہ السلام	۲۱	علامہ غلام رسول سعیدی
عشرہ ذی الحجہ	۳۶	مولانا حافظ نذیر احمد نوری رحمہ اللہ
قربانی اور ذبیحہ کے مسائل	۳۹	ڈاکٹر نور احمد شاہ تاز
قربانی کے جانور --- عمر یا دانت؟	۴۵	مولانا محمد رمضان الحق النوری
اوجھری کا مسئلہ	۴۸	سیدی ابوالبرکات رحمہ اللہ
سیدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ”امام عظم“ کیوں کہا جاتا ہے؟	۴۹	مولانا مفتی محمد اشرف القادری
محبوبوں کا سائبان (سفر عمرہ پر روانگی کے وقت کے تاثرات)	۶۱	محمد اصغر مجیدی
وفیات	۶۶	ادارہ
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۶۷	پروفیسر خلیل احمد نوری
حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۷۹	مولانا ابوالنور محمد بشیر رحمہ اللہ
کیا مدینہ طیبہ کو شرب کہنا جائز ہے؟	۹۱	حضرت صدرا لافاضل رحمہ اللہ
اوقات نماز	۹۶	ادارہ

منظومات

حمز رب جلیل جل شانہ	۳	راجا رشید محمود
نعت رسول جمیل ﷺ	۳	راجا رشید محمود
حفظ ناموس رسول ﷺ	۴	محمد حنیف نازش قادری
دین پر مرنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے	۱۱	صنیع رحمانی
اعلیٰ حضرت کی زمین میں (نعت)	۹۵	راجا رشید محمود



ماہ نامہ نور الحبيب میں کاروباری اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کا ادارہ نور الحبيب ذمہ دار نہیں ہے۔

ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔



حمد رب جلیل جل شانہ

”حسن ازل سے روح ابد تک نور ظہور حضور کا ہے“
 ایک مظاہرہ الفت کا یہ قابل دید غفور کا ہے
 جوڑے بنائے ہیں خالق نے، ذکر انات ذکر کا ہے
 حسن تناسب تخلیقات میں قائم رکھا مالک نے
 تحفہ سب سے بڑھ کر اس کو بخشا ہے تو شعور کا ہے
 شہکارِ خالق ہے انساں، دانش و بینش اس کو دی
 جو دنیا نے بدلا چہرہ، تورات اور زبور کا ہے
 غیر مبذل دستور اس کا صورت میں ہے قرآن کی
 رحمت اس کی مشکل ہے سرورِ کل کی صورت میں
 وہ جو مجسم رحمت ہے، وہ ناظم کل امور کا ہے
 بکھرے ہیں فطرت کے مناظر، کرم یہ رب غفور کا ہے
 تو یہ تغیر اور تبدل حصہ اک دستور کا ہے
 شہر خدا ﷺ و شہر نبی ﷺ کا ذرہ ذرہ طور کا ہے
 مالک نے حرمین دکھائے تو محمود نے یہ دیکھا

نعت رسول جمیل ﷺ

عجز کی اہمیت کا منظر آقا ﷺ کے دستور کا ہے
 دین رسول آخر ﷺ میں سر نیچا کبر غرور کا ہے
 تکمیل و تکمیل عوالم صرف ہے ذات سرور سے
 ”حسن ازل سے روح ابد تک نور ظہور حضور کا ہے“
 سطح نظارہ مرتفع اتنی ہو جاتی ہے آنکھوں کی
 شہر نبی کے ہر ذرے پر دھوکا کوہ طور کا ہے
 چلیں آنکھیں اندھیاروں نے، روشنی ہر سو عام ہوئی
 یوم ظہور نور خدا سے غیب شبِ بجزور کا ہے
 ان کی راہ الگ دیکھی عشاق نبی کے رستے سے
 خلد سے جن لوگوں کا تعلق ہے تو حور قصور کا ہے
 بول ہے بالا سچائی کا ہر قول پیغمبر ﷺ میں
 دین نبی میں استیصال جو ہے وہ کذب و زور کا ہے
 دوری طیبہ کی آتش نے جھلس دیا ماحول مرا
 بُعد در آقا ﷺ سے جیسے میرا گھر تنور کا ہے
 لازمی جب ہے دید پیغمبر محشر کے ہنگامے میں
 منتظر آقا و مولا ﷺ کا ہر بندہ نفع صور کا ہے
 بندے جتنے ہیں مفلوک الحال، مرے سرکار کے ہیں
 دل میں ان کے درد جو ہے وہ غمگین درنجور کا ہے
 میرا تو محمود نہیں ہے ان سے کوئی تعلق بھی
 جن لوگوں کا علاقہ اب تک شہر نبی سے دور کا ہے
 راجا رشید محمود



کچھ
بیان
اپنا

حفظِ ناموسِ رسول ﷺ

تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ

ہماری جان بھی قرباں ہے ناموسِ رسالت پر
لٹا دیں دولتِ کونین ہم اس ایک دولت پر
یہی بس اصلِ ایماں، اصلِ دیں، اصلِ عقیدت ہے
فدا تن من سدا کرتے رہیں آقا کی حرمت پر
کبھی جو زیست میں توقیرِ حضرت کا سوال آئے
تو لازم ہے کہ دے دیں جان بھی ہم ان کی عظمت پر
کریں گھر بار بھی اپنا نچاور شان پر ان کی
مگر دھبا نہ آنے دیں کبھی ہم دیں کی شوکت پر
اگر ”یورپ کا“ کوئی بد زباں ہڈیاں بکتا ہو
تو بن جائیں سراپا احتجاج ایسی جسارت پر
بحال اس طرح سے رکھیں ہمیشہ اعتماد اپنا
بھروسا ذات پر ان کی، نظر ہو ان کی رحمت پر
نہ واریں روح بھی اپنی نبی پر جب تک نازش
”نہ جب تک کٹ مریں ہم خواجہ طیبہ کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل اپنا ایماں ہو نہیں سکتا“

محمد حنیف نازش قادری



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

شرق سے لے کر غرب تک پوری امت مسلمہ غم و الم کی دردناک کیفیت میں مبتلا ہے، ہر غیور مسلمان
تڑپ رہا ہے، کلپ رہا ہے اور اپنی بے بسی پر خون کے آنسو رو رہا ہے۔۔۔ ہر درد مند
محبِ رسول کا دل شق، جگر چھلنی اور انگ انگ زخمی ہے۔۔۔ یہ کوئی معمولی حادثہ نہیں، ایک ناقابلِ برداشت
بہت بڑا سانحہ ہے کہ محسنِ انسانیت، رحمتِ عالم، اللہ کے حبیب، انبیاء و رسل کے قائد و امام،
نبی آخر الزمان ﷺ کے حوالے سے مکروہ شیطانی سازش کی گئی۔۔۔ وہ جانِ لطافت تو ایسے
پیکر نور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا سایہ بھی نہیں بنایا، چہ جائیکہ اس اطیب و اطہر ہستی کے بارے میں
انہائی شراکیز اور توہین آمیز فلم بنانے کی گھناؤنی حرکت اور ناپاک جسارت کی جائے۔۔۔

توہینِ رسالت پر مبنی امریکہ میں بنائی جانے والی یہ فلم ”انوسنس آف مسلمز“ (Innocence of Muslims)
ایک سو بیودی تاجروں کے تعاون سے پچاس لاکھ ڈالر کی لاگت سے تیار کی گئی۔۔۔ ٹیری جونز نامی
ایک امریکی پادری نے فلم کی پروموشن میں رول ادا کیا۔۔۔ یہ وہی ملعون پادری ہے جس نے
گزشتہ سال قرآن پاک جلانے کے مقابلے کا اعلان کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرتے ہوئے
عالمی امن کو تہ و بالا کیا۔۔۔ دنیا بھر میں پائے جانے والے شدید ردِ عمل کی وجہ سے وقتی طور پر اس نے
قرآن سوزی کے اس ناپاک منصوبے کو ترک کر دیا، مگر کچھ ہی عرصہ بعد اس نے قرآن کریم جلانے کی
انہائی مذموم حرکت کا ارتکاب کر کے پھر سے امت مسلمہ کے جذبات کو مجروح کیا۔۔۔ اس پر مسلم برادری کے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 بھرپور احتجاج کے باوجود امریکی حکومت نے اس ملعون کا کوئی ٹولس نہ لیا۔۔۔ اب اسی مردود پادری
 ٹیری جوز نے اس گستاخانہ فلم کی تشہیر کر کے اپنے حبث باطن کا ثبوت دیا۔۔۔ اس انگریزی فلم کا
 عربی ترجمہ کر کے یوٹیوب پر لوڈ کیا گیا تو اولاً عرب دنیا بالخصوص لیبیا، مصر، شام اور یمن میں شدید رد عمل
 سامنے آیا، بعد ازاں بنگلہ دیش، پاکستان، افغانستان، بھارت، تیسوں اور دیگر خطوں میں رہنے والے
 مسلمانوں نے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھرپور احتجاج کیا اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔۔۔
 اس ناپاک جسارت کی سنگینی کا احساس کر کے مسلم حکمرانوں کو غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے
 جس شدید رد عمل کا فوری اظہار کرنا چاہیے تھا اور سفارتی سطح پر متفقہ طور پر جس طرح کے غیرت مندانہ
 ایمانی اقدام کی ضرورت تھی، اس میں تساہل برتا گیا۔۔۔ حکومت پاکستان نے تو ایمانی تقاضے اور
 عوامی مطالبے کے باوجود یوٹیوب پر پابندی عائد کرنے میں انتہائی غفلت کا مظاہرہ کیا اور کم و بیش
 سات روز بعد سپریم کورٹ کے حکم پر پابندی عائد کی۔۔۔ اسی طرح عاشقان رسول ﷺ کے
 نہ تھمنے والے جذبات سے مجبور ہو کر حکومت نے ”یوم عشق رسول“ منانے کا ایک اقدام تو کیا لیکن
 اس میں بھی روایتی رسمی عامیاندہ انداز میں تعطیل کے اعلان اور صرف وزیراعظم ہاؤس میں خطاب پر
 اکتفا کیا گیا۔۔۔ جب کہ ضرورت اس امر کی تھی کہ اس فلم کے منظر عام پر آنے کے فوراً بعد
 ذمہ داری سے کام لیتے ہوئے سفارتی سطح پر شدید رد عمل کا مظاہرہ کیا جاتا۔۔۔ صدر پاکستان
 قوم سے خطاب کرتے اور وزیراعظم و دیگر وزراء تحفظ ناموس رسالت ریلیوں میں شامل ہو کر
 غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے۔۔۔ مگر یہاں تو امریکی غلامی اور معذرت خواہانہ رویہ کی انتہا ہے کہ
 ابھی وزیراعظم کی یوم عشق رسول کے موقع پر کی گئی تقریر کی صدائے بازگشت ختم نہیں ہوئی تھی
 کہ جب ایک حکومتی اتحادی وزیر غلام احمد بلور نے فلم ساز کے سر کی قیمت لگا دی، تو حکومتی ایوانوں میں
 تھر تھلی جھگڑی اور وزیراعظم کی طرف سے اس بیان سے لاتعلقی کا اظہار ضروری گردانا گیا۔۔۔
 امریکہ میں بنائی جانے والی یہ انتہائی گھٹیا، مکروہ، گمراہ کن فلم اور اس سے پہلے ۲۰۰۵ء میں
 کارٹونوں کی بار بار اشاعت اور ابھی ۱۹ ستمبر ۲۰۱۲ء کو فرانس کے جریدے چارلی ہیڈ و میں
 گستاخانہ خاکوں کی اشاعت محض اتفاقی امر نہیں، ایک سوچی سمجھی سازش اور اس نفرت کی آئینہ دار ہے،
 جو یہود و نوازیسیائی یورپ نبی رحمت ﷺ، قرآن، اسلام اور عالم اسلام کے بارے میں رکھتا ہے۔۔۔
 امریکہ اور دیگر یورپی ممالک مسلمانوں کی مقدس اور پہلے انبیاء کی مصدق کتاب قرآن کریم
 کی توہین اور شان رسالت مآب ﷺ کی گستاخی کو آزادی اظہار کا نام دیتے ہیں۔۔۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 ایک طرف تو آزادی اظہار رائے کی آڑ میں مسلمانوں کے ایمانی و روحانی مرکز ہادی برحق ﷺ
 کی ذات بابرکات کے حوالے سے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جذبات کچلنے اور ان کی دل شکنی کا
 مکروہ عمل تسلسل کے ساتھ جاری ہے مگر دوسری طرف یورپی دہرے معیار کا یہ عالم ہے کہ
 جنگ عظیم دوم میں ہولوکاسٹ (یہودیوں کا قتل عام) کی تعداد کو خلاف واقعہ اور مبالغہ آمیزی
 قرار دینے والے ممتاز برطانوی تاریخ دان ڈیوڈ ہارونگ کو مقدمات کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے
 اظہار حقیقت کو یہودیوں کی دل آزاری قرار دے کر اسے دس سال قیدی سزا سنائی گئی اور وہ آج بھی
 آسٹریا کی جیل میں قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہا ہے، مگر توہین رسالت کے مرتکب شیطنت صفت
 سلمان رشدی، تسلیہ نسرین اور ڈینش اخبار کے کارٹونسٹ اور ایڈیٹر کی حوصلہ افزائی اور انھیں
 مکمل تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے اور اب امریکی گستاخانہ فلم بنانے اور اس کی تشہیر کرنے والے ملعونین کے
 احقانہ فعل کو ان کا ذاتی عمل قرار دے کر ان پر مقدمہ نہ چلانا اور فلم پر پابندی لگانے سے انکار کی
 صورت میں ان کی بالواسطہ اور بلاواسطہ حمایت، یورپ کی دو عملی کی واضح مثال ہے۔۔۔
 توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت پر پوری امت مسلمہ سراپا احتجاج ہے مگر امریکی صدر نے
 ابھی تک امت مسلمہ سے معافی مانگنے یا معذرت خواہ ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔۔۔
 اب یہ بات طے سمجھی جانی چاہیے کہ تہذیبوں کے تصادم کی ابتدا ہو چکی ہے۔۔۔ 9/11 کے بعد
 صدر لبش کی زبان سے کروسیڈ (صلیبی جنگ) کا لفظ اتفاقاً نہیں نکل گیا تھا۔۔۔
 افغانستان اور عراق کے نہتے مسلمانوں پر آتش و آہن کی بارش اور لاکھوں بے گناہ افراد کا
 قتل عام اسلام، قرآن اور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی توہین پر مبنی اقدامات کا تسلسل اسی سلسلہ کی
 کڑی ہے۔۔۔ عالمی صحیفوں لابی اور امریکی استعمار اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود مسلمانوں کو
 دہشت گرد ثابت کرنے میں ناکامی کے بعد اوجھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہیں اور گوانتانامو بے میں
 قرآن کریم کی بے حرمتی اور ٹیری جوز کی وساطت سے قرآن سوزی اور گستاخانہ خاکوں کی اشاعت
 کے ذریعے پوری امت مسلمہ کے جذبات مجروح کرنے کے بعد اب امریکی نژاد ملعونوں نے
 دل آزار فلم بنا کر حضور فداہ روحی کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا ہے، جس سے ان کے مکروہ عزائم
 آشکار ہو گئے ہیں۔۔۔

مغرب نے شائستگی اور انسانی قدروں کو پامال کرتے ہوئے توہین آمیز کارروائیوں سے
 مسلمانوں کے خلاف جاری ”کروسیڈ“ کے شعلوں کی شدت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔۔۔ رد عمل

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 کے طور پر مسلمانوں کے جذبات فطری اور غیرت ایمانی کا اظہار ہیں۔۔۔ عالم کفر نے ہماری
 غیرت ایمانی کو لٹکارا ہے، اس معاملہ میں تمام تر عملی کوتاہیوں کے باوجود کوئی مسلمان کسی چلک
 دکھانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔۔۔ رسالت مآب ﷺ کی محبت ہمارا ایمانی سرمایہ ہے۔۔۔
 امت مسلمہ کا بچہ بچہ ناموس رسالت کے لیے کٹ مرنے کو تیار ہے:

رسول اللہ کی عزت کی خاطر اہل ایمان کو
 کفن پہنے ہوئے میدان میں آنا بھی آتا ہے

---ooo---

مسلمان لاکھ بودے ہوں مگر نام محمد ﷺ پر
 خوشی سے اب بھی حاضر ہیں وہ اپنے سر کٹانے کو

مسلم عوام ایک نئے ایمانی ولولے اور سرفروشی کے جذبے سے سرشار ہے۔۔۔ کاش
 مسلم حکمران بھی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سفارتی سطح پر
 مشترکہ اقدامات کریں۔۔۔ اب عوامی احتجاج کے پیش نظر بعض اقدامات کیے جا رہے ہیں،
 لیکن مزید جرات مندانہ انداز اپنانے کی ضرورت ہے۔۔۔

۵۵ سے زائد مسلمان ریاستوں، سوارا ب سے زائد مسلمانوں اور ایٹمی پاکستان کی موجودگی میں
 توہین رسالت کا مکروہ فعل جاری ہے۔۔۔ اس کی بڑی وجہ باہمی بے اتفاقی ہے اور یوں
 ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ مسلمان بھس اور خس و خاشاک کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔۔۔
 حیرت ہے کہ اس قدر اہم ترین غیرت ایمانی سے متعلق غیر معمولی مسئلے پر کسی مسلمان حکومت
 کی طرف سے نتیجہ خیز موثر احتجاج سامنے آیا اور نہ ہی او آئی سی کا اجلاس بلا یا گیا ہے۔۔۔
 امت مسلمہ کے اس واحد فورم کو فعال بنانے کی ضرورت ہے، توہین کے مرتکب ممالک کے خلاف
 موثر حکمت عملی کے لیے ہنگامی طور پر او آئی سی کا اجلاس طلب کرنا چاہیے۔۔۔ وقت کا تقاضا ہے
 کہ مسلم امہ مشترکہ حکمت عملی اختیار کرے اور اجتماعیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اقوام متحدہ،
 ہیومن رائٹس کمیشن، یورپی یونین اور دیگر بین الاقوامی اداروں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ
 حقوق انسانی کے چارٹر کا ازسرنو جائزہ لے کر تمام انبیاء کرام، تمام الہامی مذاہب اور تمام مقدس کتب
 کی توہین کے لیے سزاؤں کا تعین کر کے ان کو بین الاقوامی عدالت کے سپرد کرے۔۔۔ اسی طرح
 اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مسلمانوں کے لیے مسلم آبادی کی بنیاد پر ویٹو پاور کی حامل

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
 ایک مستقل نشست کا مطالبہ کیا جانا چاہیے۔۔۔ اس سلسلے میں حکومت پاکستان کو کلیدی کردار
 ادا کرنا چاہیے۔۔۔ مسلم امہ اجتماعی طور پر گستاخی کے مرتکب ممالک خصوصاً امریکہ کا مکمل
 اقتصادی بائیکاٹ کرے اور سیاسی، سفارتی اور اقتصادی دباؤ کے ذریعے ان ممالک سے
 یہ یقین دہانی حاصل کرے کہ وہ توہین کے مرتکب افراد کو قرار واقعی سزا دیں گے اور آئندہ
 کسی ناپاک جسارت کی اجازت نہیں دیں گے۔۔۔

عالمی سطح کے علاوہ اندرون ملک بھی ہمیں مثالی اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور
 محبت رسول کے رشتہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے پرامن احتجاج جاری رکھنا چاہیے۔۔۔ اللہ تعالیٰ
 امت مسلمہ کو سر بلندی عطا فرمائے۔۔۔

آمین بجاہ طہ و یسٰ صلی اللہ و باریک و سلم علی سیدنا محمد
 و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

کچھ سرورق کے بارے میں

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ کی پرانی فائلیں دیکھ رہا تھا کہ مئی ۲۰۰۶ء کے شمارہ کے سرورق پر
 لگا ہیں مرتکز ہو کر رہ گئیں۔۔۔ یہ دراصل ماہ نامہ ”منار الاسلام“ متحدہ عرب امارات، مارچ ۲۰۰۶ء کے
 سرورق کا عکس ہے۔۔۔ جو یورپ میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے رد عمل میں عالم عرب کے
 احتجاجی مظاہروں کا عکاس ہے۔۔۔ اس تصویر میں ایمان افروز نعروں پر مشتمل کتبوں اور بیئرز کی
 بہار دکھائی دیتی ہے۔۔۔ حالیہ توہین آمیز فلم کے رد عمل میں بھی عالم عرب کے احتجاجی مظاہروں میں
 اسی قسم کے بیئرز بکثرت نظر آتے ہیں، جن میں سے چند نعرے حسب ذیل ہیں:

یٰ اَبٰی و اُمّی اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔۔۔

”یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان“۔۔۔

کُلُّنَا فِدَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔۔۔

”یا رسول اللہ! ہم سب آپ پر فدا“۔۔۔

اَحْبَبْنَاکَ وَ اَمَنَّا بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔۔۔

”یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ سے محبت کرتے ہیں“۔۔۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
الرَّسُوْلُ قَدْ وَتَنَّا ---

5

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
الرَّسُوْلُ قَدْ وَتَنَّا ---

دین پہ مرٹنے کا جذبہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

لب پر نعت پاک کا نغمہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
میرے نبی سے میرا رشتہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
پست وہ کیسے ہو سکتا ہے، جس کو حق نے بلند کیا
دونوں جہاں میں ان کا چرچا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
اور کسی جانب کیوں جائیں، اور کسی کو کیوں دیکھیں
اپنا سب کچھ گنبد خضرا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
فکر نہیں ہے ہم کو کچھ بھی، دکھ کی دھوپ کڑی تو کیا
ہم پر ان کے فضل کا سایہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
بتلا دو گستاخِ نبی کو، غیرتِ مسلم زندہ ہے
دین پہ مرٹنے کا جذبہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
ان کے در سے سب ہو آئے، جانہ سکا تو ایک صبح
یہ کہ اک تصویر تمنا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
صبحِ رحمانی

”رسول اللہ ہمارے قائد و رہنما ہیں“ ---
شَلَّتْ يَدُ مَنْ يُسَيِّرُ إِلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ---
”یا رسول اللہ! جو آپ سے سوء ادب کا مرتکب ہو، اس کا ہاتھ شل (ناکارہ) ہو جائے“ ---
إِنَّ شَانَنَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ---
”یقیناً آپ کا دشمن ہر خیر سے محروم ہے“ ---
أَمْوَاحُنَا أَبْنَاؤُنَا أَمْوَالُنَا فِدَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ---
”یا رسول اللہ! ہماری جانیں، ہمارے بچے اور ہمارے مال آپ پر فدا“ ---
تن، من، دھن آپ ﷺ پر فدا
إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ ---

”اگر تم آپ کی مدد نہیں کرو گے، پھر یقیناً اللہ تعالیٰ تو آپ کا حامی و ناصر اور
مددگار ہے ہی“ ---
إِلَّا رَسُولَ اللَّهِ ---
”ہمارا مقصود صرف اللہ کے رسول ہیں“ ---
ع: مسلم کے واسطے ہیں خدا کے رسول بس
نَحْنُ رَمْنَا دُونَ نَحْرِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ---
”یا رسول اللہ! ہمارے سینے آپ کے سینہ اقدس کے آگے حفاظتی باڑ ہیں“ ---
ہم عظمتِ رسول کے --- پاسباں ہیں پاسباں
ہم اس ایمان افروز نائل کو ”قد مکرر“ کے طور پر نذر ناظرین و قارئین کر رہے ہیں ---
تصویروں کی اشاعت ادارہ کی پالیسی نہیں ہے، اس لیے شرکاء جلوس کی تصویروں کو امکانی حد تک
غیر واضح انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے ---

(صاحب زادہ) محمد محبت اللہ نوری
مدیر اعلیٰ ماہ نامہ نور الحبيب

بصیر پور شریف
25 / ستمبر 2012ء



عشق تمام مصطفیٰ ﷺ عقل تمام بولہب

عامرہ احسان

پوری مسلم دنیا غم و غصے کے بخار میں پھنک رہی ہے۔ امریکہ نے گیارہ سال تمام تر ظلم، جبر، قہر، مسلم دنیا پر آزما کر دکھ لیا۔ ڈالر پانی کی طرح بہائے، دل دماغ خریدے۔ میڈیا اور دانشوروں کی خریداری کی۔ مسلم حکمرانوں کو جیب میں ڈالا (کچھ پہلے ہی جیبی تھے، کچھ جیب میں جگہ پا کر ڈالر بنانے کو بے قرار تھے) نصاب بدلے، فحاشی کو عام کیا۔ شراب کے منگے بہائے۔ معاشرے میں اختلاط مرد و زن کو طرز زندگی بنا ڈالا۔ سکول کالج، دفتر فیکٹری، چوراہا، ہائی ویز، ہوائی جہاز تابلس..... جو ان لڑکیاں معیار حیا کو مغربی معیارات پر پورا اتارنے کے لیے لاکھڑی کر دیں۔ اس عرصے میں ایمان و شعائر اسلام کی ہر علامت پر حقوق خانوں کے دروازے کھول دیے۔ لاپتہ کرنے، بوری بند لاشیں، تشدد، بجلی کے جھٹکے دے کر جو ان لڑکوں کو مار پھینکنے کے طور طریقے تمام مسلم ممالک کی فوجوں کو ازبر کروا دیے۔ ساتھ ہی ساتھ ان گنت مرتبہ چھوٹے بڑے واقعات میں توہین قرآن اور توہین رسالت کا تسلسل جاری رہا۔ ہر مرتبہ ہی ان واقعات پر رد عمل ظاہر ہوا۔ تاہم اس حق گورے اپنی ان تھک کوششوں کے نتیجے میں یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ وہ اس امت کو بے حس کرنے میں کافی حد تک (درج بالا اسباب کی بنا پر) کامیاب ہو گئے ہیں۔ لہذا اس مرتبہ جس درجے کی گستاخی کا ارتکاب کیا، انہوں نے یہ ٹیسٹ کرنا چاہا کہ امت اسے شاید ہضم کر لے گی لیکن انہیں ہلاکت خیز مایوسی کا دن دیکھنا پڑا۔ امام مالک رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق کہ اس امت کے باقی رہنے کا کیا جواز ہے جس کے نبی کو سب و شتم کا نشانہ بنا دیا جائے۔ امت اپنی زندگی، اپنی بقا survival کی جنگ لڑ رہی ہے۔ بھگدڑ اس وقت دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں سے اوہاما، ہلیری کو شان رسالت سمجھا دینے والے جواب موصول نہ ہوئے ہوں۔ ایمان کا ٹیسٹ شان رسالت ہے۔

شرح صحیح مسلم (جلد ۷) اور تفسیر تبيان القرآن (جلد ۱۲)

کی عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم

--- کا ایک اور عظیم تخلیقی شاہکار ---

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

- مروج اردو زبان میں تمام احادیث کا آسان اور عام فہم ترجمہ ---
- حنفیہ میں کی شرح کی روشنی میں احادیث کی واضح تشریح ---
- اصول حدیث کے مطابق احادیث کی فنی تحقیق ---
- ائمہ اربعہ کی اہم کتب سے ان کے مذاہب میں دلائل اور فقہی کی ترجیح ---
- اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو ---
- مسائل حاضرہ اور تازہ ایجادات کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر ---
- ”شرح صحیح مسلم“ میں جن احادیث کی مفصل شرح کی جا چکی ہے، ان کا حوالہ دے دیا ہے اور ان کی مختصر شرح کی گئی ہے ---
- صحیح بخاری کی جن احادیث کی شرح ”شرح صحیح مسلم“ میں کم کی گئی ہے یا جو احادیث صحیح مسلم میں نہیں ہیں، ان کی مفصل شرح کی گئی ہے ---
- صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مفصل تخریج اور باب کے عنوان کی حدیث سے مطابقت واضح کی گئی ہے ---
- صحیح بخاری کی ہر احادیث کا صرف ترجمہ کیا گیا ہے اور جہاں اس کی شرح کی گئی ہے، اس حدیث کا نمبر دیا گیا ہے ---
- کتاب کے ابتداء میں ایک مقدمہ ہے، جس میں حجیت حدیث اور اصطلاحات حدیث کا مفصل ذکر ہے ---

Ph: +92-42-7312173, 7123435
Fax: +92-42-7224899
E-mail: info@faridbookstall.com
Web Site: www.faridbookstall.com



پیش کش:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 پرویز مشرف جیسا بکا ڈال، ایمان گم کردہ، مسجد سوز بھی بول اٹھا! باچا خان کے وزیر کے بیٹے نے
 پروڈیوسر کے قتل پر انعام کا اعلان کر دیا! حسینہ واجد جیسی اسلام دشمن حکومت نے بھی احتجاج کیا۔
 مصر، سوڈان، تیونس، یمن، چلیشی ممالک، ہر جگہ درجہ حرارت طاغوت کو بھسم کر دینے والا تھا۔ سیاہ پرچم
 کلمہ طیبہ سے مزین، ہر جگہ شام رسول کے حواریوں کا منہ چڑا رہے تھے۔ یہ امت ابھی زندہ ہے!
 یہ بھی واضح ہو گیا کہ جب معاملہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کا ہوگا تو کوئی فتویٰ لینے نہیں جائے گا۔
 یہ فتویٰ وہ ہے جو ہر مسلمان بچے کے کان میں دنیا میں قدم رکھتے ہی پھونک دیا جاتا ہے۔

برسر زمین اللہ کے بعد سب سے بڑا رشتہ سب سے قیمتی، عزیز از جان اور عزیز از دو جہان رشتہ
 محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے! سرکاری مولوی، سیاسی (امریکہ کے وظیفہ خوار) لیڈر۔ اس وقت جو
 عقل کی بولی بولنا چاہے گا، اسے منہ کی کھانی پڑے گی، کیوں کہ ”عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب“!
 محبت کے اس ایلنے اٹھتے دیوانے طوفان کو امریکہ نے خود دعوت دی ہے۔ بدکار ترین، مکروہ ترین
 غلاظت کے کیڑے مکوڑے نما کافر اداکار اور فحش ترین ناپاک ترین اداکارائیں، اس ذی شان،
 سراج منیر ہستی، کہ لغت کے الفاظ عظمت و پاکیزگی کو بیان کرنے سے قاصر ہیں، کاروپ دھارنے کی
 جسارت کریں؟ امت کی مائیں تمہارے ہدف پر ہوں اور بیٹے تمہیں جیتا چھوڑ دیں.....؟
 ہم تو وہ ہیں کہ تمہاری جسارت کو الفاظ دیتے ہوئے قلم ساتھ چھوڑ دیتا ہے، لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔
 تمہاری جسارت کو دیکھنے سے آنکھیں انکاری ہو جاتی ہیں۔

واللہ! وہ غلاظت جو تم نے بکی، اگر بیان کی جاسکتی تو ایک اس سے بھی بڑی قیامت برپا ہو جاتی۔
 تم اس رشتے کو سمجھنے سے قاصر ہو۔ کتنی آنکھوں کو خون کے آنسو رلایا ہے، کتنی داڑھیوں کو آنسوؤں نے
 بگلوایا ہے۔ کتنی زبانیں ہمہ وقت اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد، کہہ کہہ کر اس زمین سے اس دھبے کو
 دور کرنے کی فکر میں گویا ہیں۔

اب وقت آ گیا ہے کہ اس گلوبل ویلج کو پاک کر دیا جائے۔ نبی کی بعثت سے پہلے زمین
 ایسے ہی لوگوں کی آماجگاہ بن کر تیرہ دتار ہو چکی تھی۔ ان کا تذکرہ سورۃ القلم میں جن قبیح اوصاف سے ہوا
 وہی سب تمہارے ہیں۔ بے وقعت طعنے دینے، چغلیاں کھانے، بھلائی سے روکنے والا،
 ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا، سخت بد اعمال، بد خلق سفاک ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل،
 بہت مال والا.....! اللہ نے اس کی سونڈ پر داغ لگانے کی جودھمکی دی۔

9/11 اور آج بھی اس کا تسلسل جاری ہے۔ آپ کو جس نور سے منور کیا، ان شاء اللہ
 ایک مرتبہ پھر اسے مکمل ہو کر رہنا ہے۔ تم دجال کے منتظر ہو، جو بدترین غائب ہے اور ہم لشکر عیسیٰ علیہ السلام
 کی تیاری میں ہیں۔ ہم وہ ہیں جن کا شجرہ نسب تم جاننا چاہو تو محمد اللہ حضرت آدم علیہ السلام تک جانچنے
 ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
 اور تم وہ کہ باپ کا نام بھی نہ بتا سکو۔ گندگی اور غلاظت کے اس گڑھے میں جا گرنے کا جو ثبوت
 مسلسل امریکی یورپی میڈیا دے رہا ہے، تو وہ بلا سبب نہیں ہے۔ جہاں قومی قیادتیں امریکہ میں
 کلنٹن اور مونیکا لویسکی، فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی کے اخلاقی بحران، اس کے وزراء اور
 ورلڈ بینک کے سابق (فرانسیسی) صدر کی نجی زندگی، اٹلی کے سابق وزیر اعظم برلسکونی کے
 شرم ناک سکیئنڈل کہ جو آپ گفتمے ہوئے پار جائیں گے۔

میڈیا کا ایک حصہ مخصوص ہے ان کی نجی زندگیوں میں تانک جھانگ کر کے پیسہ بنانے پر۔
 اسی دھن میں ڈیانا کا پیچھا کرتے ہوئے اس کی موت کا سبب بنے۔ شاہی پوتے ہیری نے جو گل کھلائے
 برہنہ تصاویر کے ساتھ اور پیچھے اتباع کرتی پوری بنالین کے بعد دوسرے شاہی پوتے کی باری تھی۔
 شہزادہ ولیم اور بیوی کی ایسی ہی تصاویر اب مغربی دنیا کے لیے سب سے بڑی خبر اور تفریح کا سامان ہے۔
 گویا بن مانسوں کا ایک جنگل ہے، جوان ڈارون کی اولادوں نے دنیا کو بنا رکھا ہے۔ بات اس وقت
 پتلے جلانے، جھنڈے پھاڑنے کی نہیں۔ دنیا کو اجڈ، گنوار، وحشی، نشے میں دھت ان نیم پاگلوں سے
 آزاد کروانے کی ہے۔ دنیا میں انہیں سب سے بڑا دشمن، اسلام اور شریعت نظر آتی ہے۔
 وجہ صاف ظاہر ہے وہ انہیں ایک بالباس، باحیا، اجلی، پاکیزہ زندگی کی طرف لے کر جاتی ہے۔
 انہوں نے افغانستان کو شریعت سے آزاد کروانے کے لیے اجاڑا۔ کیا دیا؟

میزائل بموں کے علاوہ عمریانی، فحاشی، نائٹ کلب، شراب، ہیروئن۔ اس اخلاقی آلودگی کے
 پلندے کو وہ آزادی کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اب جب کہ بارہ سال کی بوٹی فصل وہ تابوتوں
 کی شکل میں کاٹ رہے ہیں تو پوری دنیا اب انہیں القاعدہ کا قاعدہ پڑھتی دکھائی دے رہی ہے۔
 مالی میں امارات اسلامی شمال میں قائم ہونے سے ان کی سٹی گم ہے، کیوں کہ اس خطے میں مہذب لباس،
 اباحت اور مغربی مادر پدر آزادی سے پاک نصاب تعلیم، شرعی قوانین، تجارتی بے ایمانی، دھوکہ دہی اور
 سودی کاروبار سے پاک معیشت، نماز کا قیام عمل میں آ رہا ہے۔ ہیری، ولیم تہذیب، کلنٹن،
 برلسکونی تہذیب کی موت اس میں مضمر ہے، لیکن قوموں کی زندگی اسی پاکیزگی کو ترس رہی ہے
 جو سیاسی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی استحصال سے سسکتی انسانیت کو نجات دلا سکے۔ اگر نبی ﷺ سے
 محبت ہے تو اس نظام کی بحالی کے لیے صف آراء ہو جائیے۔ وفا کا حق بھی ادا ہو جائے گا اور
 اللہ کے وعدے بھی ان شاء اللہ پورے ہوں گے۔ بزبان اقبال:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
 یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
دل خراش واقعات اس قدر کم (مگر افسوس ناک) ہیں کہ پاکستان کے معروضی حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو نہ ہونے کے برابر ہیں۔

تیس اموات واقع ہوئیں، چند شہروں میں چند بینک لوٹے گئے، کچھ پولیس اسٹیشنوں کو آگ لگائی گئی۔ یہ واقعات قابل مذمت ہیں، قابل افسوس ہیں، قابل تعزیر ہیں، مجرموں کو ٹہرے میں لاکھڑا کرنا چاہیے۔ مگر اس حوالہ سے جو رویہ ہمارے اکثر ٹی وی چینلز نے ایک خاص پالیسی کے تحت جاری رکھا ہے، وہ بھی یقیناً کسی طرح درست نہیں۔ میڈیا باقاعدہ ایک فریق کی طرح میدان میں کود پڑا ہے۔ وہ اپنے ہی نظریات کے مقابل صف آراء دکھائی دے رہا؟ لہذا ہر چینل 'یوم عشق رسول' پر ہونے والے فسادات پر ہی فوکس کیے ہوئے ہے۔ ایک صاحب آلات موسیقی کی بیک گراؤنڈ غمگین دھن کے ساتھ ساتھ بڑے قلق کا اظہار کر رہے تھے، حتیٰ کہ ان کی آنکھوں میں مرنے والوں کی یاد میں آنسو بھی اُمڈ آئے، زبان پر سوال تھا کہ "کیا یہ عشق رسول ہے؟" درپردہ وہ کہنا یہ چاہ رہے تھے کہ 'عشق رسول' ایک 'منفی قدر' کا نام ہے۔ رات کو ٹاک شوز پر رائے عامہ (public opinion) کو شپ اپ (shape up) کرنے کے لیے پروگرام کو ڈیزائن کیا گیا۔ اور ان پروگرامز میں ایسے تجزیہ نگاروں کو بلایا گیا جو انھی کی بولی بولتے ہیں۔ مثلاً ایک چینل نے فزکس کے مشہور محقق کو دعوت تجزیہ دی، جنھوں نے سیر حاصل لب کشائی فرمائی۔ سوال یہ ہے کہ طبیعات کے پروفیسر کو اس حوالہ سے بلانا کیوں ضروری سمجھا گیا؟ جی ہاں! صرف اس لیے کہ وہ ملائیت کے خلاف ذہن رکھتے ہیں۔ نیوز چینلز کے بارے میں یہ سوال ابھی حل طلب ہے کہ انھیں کرنا کیا ہے؟ دائرہ کار کیا ہے؟ کیا انھیں 'رپورٹنگ ٹھن' کرنا ہے یا اپنے نظریات کو فروغ دینے کے لیے من چاہی رپورٹنگ کرنا ہے۔ واقعات کو جیسے کہ وہ ہو رہے ہیں، دکھانا ہے یا اس کی منظر کشی، اپنے باطن میں پوشیدہ اغراض کے تقاضوں کے موافق کرنا ہے۔ بلاشبہ ہزاروں پرامن احتجاجی جلوس، ریلیاں نکالی گئیں، ان کے 'پرامن ہونے' کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟ ایک لفظ بھی آخر کیوں ان کی ستائش کے لیے نہ ہوسکا؟ گھوم پھر کر انھی فسادات کا ذکر، جو (آثار بتاتے ہیں کہ) عمداً کرائے گئے۔ پھر کمپیوٹر گرافکس اور مسکنگ کے جادو گروں نے ایسے مناظر دکھائے جیسے 'عشق رسول ﷺ' ہی ساری تباہی و بربادی کی وجہ ہے اور تمام تر فسادات کا باعث یہ 'یوم عشق رسول' ہے۔ معاذ اللہ

کیا یہ پیشہ ورانہ دیانت داری ہے؟ کیا یہ قومی امنگوں کی ترجمانی ہے؟ اور پھر کتنے دن گزرنے کے بعد بھی اپنے مذمتی و لامتناہی پروگرامز کی ری پیٹ ٹیلی کاسٹ کرنا، ذرائع ابلاغ کے

یوم عشق رسول ﷺ اور میڈیا ٹرائل

مولانا محمد ساجد نوری

۲۱ ستمبر ۲۰۱۲ء، جمعہ المبارک کا عظیم دن ہے، جس میں پوری قوم نے اپنے دینی و ملی جذبات و احساسات کا بھرپور اظہار کیا۔ تاریخ کا پہلا دن ہے، جسے باقاعدہ سرکاری سطح سے "یوم عشق رسول" کا نام دیا گیا۔ عین ممکن ہے کہ مذہبی حلقے اس دن کو ہمیشہ اسی عنوان سے زندہ رکھیں۔ اسلام دشمن کافرانہ عناصر کو جہاں بڑا مضبوط پیغام پہنچا، وہیں مذہب بینار مسلمانہ عناصر کے سینے پر سانپ رینگ گیا۔ پاکستان کے اندر ہمیشہ سے سیکولر ذہنیت نے مذہبی و دینی سوچ پر ہمہ جہتی غلبہ پانے کی بڑی حد تک کامیاب تگ و دو کی ہے۔ اقبال کا یہ گہرا وادبی پیغام عملاً سچا قرار پایا:

ستیزہ کار رہا ہے، ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی
'یوم عشق رسول' کچھ لوگوں کو ناگوار گزارا ہو تو خیر، مگر عالمی دسیسہ کار کو خوب خبر ہوگئی کہ:

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

رسالت مآب کی ذات ہو، قرآن کریم کی حرمت ہو یا دین اسلام کی حقانیت کا معاملہ، کسی بھی شعبہ، حیثیت و منصب، نسل، خطہ اور زبان سے تعلق رکھنے والا سچا مسلمان، بھلا کس طرح چپ رہ سکتا ہے۔ سو یہی تقاضا ہے جس نے اکیس ستمبر کا عظیم الشان احتجاج دنیا میں ریکارڈ کروایا۔ داعیان اسلام نے اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ قدم اٹھایا۔ اس احتجاج کی آڑ میں ہونے یا نہ کروائے جانے والے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بَعْدُو كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
اکثر وارثوں کی سوچ واضح کرتا ہے۔ کچھ تجزیہ کاروں کی وجہ ماتم یہ تھی کہ اقوام عالم نے ہمارا
غیر مہذب روپ دیکھا ہے۔ سبحان اللہ العظیم! یعنی ان کے خیال میں ۲۱ ستمبر سے ٹھیک پہلے اقوام عالم میں
ہمیں مہذب دنیا کا انتہائی اہم فرد شہر کیا جاتا تھا؟ صاحبو! تمہاری کس تہذیب کو دھچکا لگا ہے؟ تمہارا کون سا
'منج' تباہ ہوا ہے؟ تمہاری کوئی پکڑی تھی بھی جس کے اچھالے جانے کا تمہیں روگ لگ گیا ہے؟
ان بعض انٹرنیٹ زنا یکٹرز کے اندر قوم کا اتنا درد، آخر ایک دن میں کیسے آگیا کہ ایک ایک جان پر
ان کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ ڈرون حملوں کے 'خلاف' کس چینل نے بابتگ دہل کمپین چلا کر
اپنا درد ہلکا کرنے کی کوشش ہی کی؟ کراچی میں سر بریدہ گلی سڑی بوری بند لاشوں پر کبھی ایسا ایک ہی
موثر پروگرام کیا گیا؟ حالیہ سانحہ بلدیہ کے کسی شہید فرد کے گھر والوں کو سٹوڈیو بلا کر ان کی حالت زار
قوم کو دکھائی گئی، تو پھر کیوں 'یوم عشق رسول' کے شہید کی والدہ کو صبح سویرے سٹوڈیو میں بلایا گیا؟
کیوں ان کی بے چارگی کو سر عام اپنے مقاصد کے لیے نیلام کرنا ضروری قرار پایا؟ بجائی منصفان
کی تحریک کے دوران چیف جسٹس کی کراچی آمد پر جو درندگی بپا ہوئی، تب آپ کی کانچ سے نازک
تہذیب کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچی اور کمین گاہ کو جانتے ہوئے بھی اشارہ ابروتک نہ کیا گیا۔ اور وہاں
صرف بریکنگ نیوز پر اکتفا کس کے خوف سے کیا گیا۔ کچھ عرصہ قبل ایف۔ اے کے کمپیوٹر انٹرنیٹ پر
جو احتجاج طلبہ کی طرف سے کیا گیا، وہ کس کو یاد نہیں۔ ڈنڈا، غصہ، توڑ پھوڑ، جلاؤ، گھیراؤ، سرکاری و
نجی املاک کی تباہی، کیا کچھ نہ ہوا۔ ایجوکیشن دفاتر کا ریکارڈ لحوں میں رکھا کا ڈھیر بن گیا۔ تب یہی میڈیا
طلبہ کے احتجاج کی ہر 'شکل' کو سند جواز فراہم کر رہا تھا اور کسی کی رگ تہذیب نہ پھڑکی۔ ایئر بیس پر
دہشت گردوں نے وطن کے ہائی پروفائل ڈی فینس ایسٹ (High profile defensive asset)
کو نشانہ بنایا اور تمہاری تہذیب کا 'میک اپ' بھی خراب نہ ہوا۔ اُس وقت حد بھی بے حد ہو گئی جب
ایک چینل نے پروگرام کا نام یہ رکھا "پر تشدد احتجاج..... کس کو خوش کیا؟ رسول کو یا گستاخ رسول کو؟"
اندازہ کیجیے! اہل قلم لفظ کی حساسیت اور نزاکتوں سے بخوبی واقف ہیں۔ اس عنوان سے وہ
ان مذہب بے زار عناصر کی دل جوئی کرنا چاہتے ہیں جو قربانی جہاں ہو رہے تھے۔ دوسری طرف
کس دیدہ دلیری سے ان لاکھوں غیر مضمر مسلمانوں کو بھی انہی تشدد افرا دی صف میں شامل کر دیا گیا
جو تقدس مآب اور پاکیزہ جذبوں کو دل میں بسائے، برستی آنکھوں، تڑپتی روحوں کے ساتھ
سڑکوں پر آئے، احتجاج ریکارڈ کرایا اور اپنا 'بنیادی جمہوری حق' ادا کر کے پرامن طریقہ سے
اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ تو کیا ایسے بے شمار اہل وطن کے جذبہ ہمدردی کے احترام میں میڈیا کے
ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ۱۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بَعْدُو كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
قادر الکلاموں کو مناسب عنوان دست یاب نہ ہو سکا۔

بندہ پرور! بارہا وضاحت ہو چکی، کہ شریعت عناصر، کالعدم تنظیموں کے کارکن، امریکی جارحیت کے
زخم خوردہ، حکومتی ناکارہ کارکردگی، بجلی، گیس، صاف پانی کی عدم دستیابی اور مہنگائی و بے روزگاری
کی چکی میں پسے لوگوں کے جذبات اور سیاسی قیادت کا فرار، جیسی درجنوں وجوہات کی بنا پر
یہ ناقابل ستائش واقعات رونما ہوئے۔ مساجد، مزارات، بازاروں، وزیرستان، کراچی، بلوچستان میں
دہشت گردی کے سیکڑوں واقعات میں سے کوئی بھی 'سول سوسائٹی' کے لیے سوہان روح نہیں بن سکا۔
۲۴ ستمبر کی صبح وطن عزیز کے دروبام نے مہذب قوم کو دیکھا، جس کا نظارہ پہلے کبھی نہ ہوا، اور
آئندہ ہونے کی امید بھی نہیں ہے۔ کچھ خواتین و حضرات ان جگہوں پر آئے، جہاں تشدد آمیز
مظاہرے ہوئے تھے، ان جگہوں کو صاف کیا گیا، پینٹ کیا گیا، جھاڑو لگایا گیا۔ شرکاء نے بتلایا کہ
ہم بیرونی دنیا کو اپنے مہذب ہونے کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ واللہ! یہ ایک مستحسن قدم ہے، مگر
میرے جیسا 'قدامت پسند' یہ جاننے کی اجازت چاہتا ہے کہ کبھی اس مسجد کو بھی رنگ و روغن کر کے
اپنی تہذیب کا اظہار کیا گیا جس میں عین سجدہ کی حالت میں خود کش حملہ سے تہذیب کی ہر صورت کی
دھجیاں بکھیر دی گئیں۔ کیا ان سجدہ گزاروں کی یاد میں ایسا 'ٹاک شو' منعقد کیا گیا جس میں ان کے
لواحقین کی کیفیات کو ناظرین تک پہنچایا ہو۔ تو پھر "یوم عشق رسول" کے احتجاج پر یہ خصوصی
نظر عنایت کیوں؟ آخراں انہیں اپنے 'سوفٹ منج' کی فکر کیوں کھائے جا رہی ہے؟ اس ضمن میں
وقت نیوز کی رپورٹر فریجہ ادریس خود اپنی ٹیم کے ساتھ اس احتجاج میں شریک تھیں، جو براہ راست
کو رتج دے رہی تھیں، انھوں نے کتنے ہی شرکاء سے آراء لیں تو انھیں بتایا گیا کہ ہم سب پرامن تھے،
انتقامیہ کی طرف سے رکاوٹیں کھڑی کی گئیں، ربر کی گولیاں، شیلنگ اور ہوائی فائرنگ کا ہونا
اشتعال کا باعث بنا۔

اور سنئے! ایک وفاقی وزیر غلام احمد بلور نے 'گستاخ' کے سر کی قیمت مقرر کی۔ اگر وزراء میں سے
کسی نے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کر ہی دیا تھا تو میڈیا میں کیوں سونامی بپا ہو گیا۔ یہاں بھی وہ
صرف رپورٹنگ پر ہی کیوں منحصر نہ ہوئے؟ بلکہ وزیر صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا گیا اور کہا گیا کہ
عالمی برادری میں ان کے سر شرم سے جھک گئے۔ یا خدا!۔۔۔ او لا تو انھوں نے 'گستاخ' کی قیمت
مقرر کی ہے 'ابامہ' کی نہیں، جو اتنے تلملا رہے ہیں۔ ثانیاً، کبھی اپنے امریکہ بہادر کارروییہ ملاحظہ کریں
تو احساس ہوگا کہ تہذیب کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے والا ٹھیکہ دار اس معاملہ میں بھی کسی سے پیچھے نہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ
اپنے انتہائی مطلوب دشمنوں کو منہ مائگی قیمت پر اٹھوا لیا کرتا ہے۔ اور جو قانوناً ممکن نہ ہو، اس کے لیے
'بلیک وائٹ' جیسی بدنام تنظیم کی خدمات لی جاتی ہیں۔ ہر غیرت مند قوم ضرورت محسوس کرنے پر
اپنے دشمنوں کی ہیڈ منی (Head Money) مقرر کرتی ہے۔ حیرت ہے کہ سرکاری سطح پر
احتجاج کرنے والی گورنمنٹ اس بیان سے لاتعلقی ظاہر کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیوں؟
یہ حکومت کا موقف کیوں نہیں؟

اے آزاد میڈیا کے کرم فرماؤ! مبارک ہو کہ تمہارا ہنر لاکھوں پر امن مسلمانوں کے ایمانی جذبول کو
اپنے قدموں تلے روند کر سرخ رو رہا۔ تم نے پاکستان کو غیر مہذب ہونے سے بچالیا ہے اور اب
سارا عالم تمہاری عظمتوں کا معترف ہو گیا ہے، اب نہ کراچی میں کوئی لاش گرے گی، نہ کوئی
ڈرون حملہ ہوگا، نہ سپلائی لائن سے کوئی اسلحہ افغان مسلمانوں کی ہلاکت کے لیے جائے گا،
نہ چھوٹے بچوں سے اب مزدوری کرائی جائے گی، نہ کوئی بھٹہ مالک، اپنا قرض لینے کے لیے
کسی مزدور کا گردہ نگلوئے گا، نہ کوئی ڈاکٹر کسی جاں بہ لب نادار سے ایمر جنسی آپریشن کے لیے
بھاری فیس ایڈوانس میں لے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ 'عشق رسول' کے لیے سڑکوں پر آتے ہوئے
کلمہ گودس بار سوچے گا کہ تم نے اسے ایک 'سوالیہ نشان' بنا دیا ہے۔ مبارک ہو۔۔۔ مگر دل کی سکریں پر
ابھی ابھی تاریخ کے چمیل سے بریکنگ نیوز آئی ہے کہ پھوکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔



قربانی..... یادِ اسماعیل علیہ السلام

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ---

[الانعام: ۱۶۴]

”بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ ہی کے لیے ہے

جورب ہے تمام جہانوں کا“---

اس آیت کریمہ نے بھرپور جامعیت کے ساتھ اسلام کے مخصوص اسلوب پر روشنی ڈالی ہے۔
اسلام کہتا ہے کہ بندہ کا کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، مرنّا، جینا سب کچھ اللہ ہی کی خاطر ہو۔ محسوسات
کے ظالم میں زندگی کا ہر کام اللہ کے لیے ہو اور اعمال کی بھیڑ میں انسان کا ہر عمل اللہ کی خاطر ہو۔
اگر شوق کے ہنگاموں سے دل چلنے لگے تو عجز کی پیشانیاں اس بے نیازی کی بارگاہ میں
جھکنے کے لیے بڑھ جائیں۔ اگر کسی کے نام پر سرکٹانے کا سودا ہو تو اس پر زندگی تیار کی جائے۔
حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اسی کے حکم پر سرچھری کے نیچے رکھ دیا۔ بدر کی تپتی ہوئی زمین پر
بے شمار صحابہ نے اسی کا نام بلند کرنے کے لیے برچھیاں کھائیں تھیں اور کر بلا کے سلگتے ہوئے

بیاد۔ مجدد ملت حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ
22 ویں سالانہ (۱۴۳۱ھ)

قوی امام احمد رضا کا نفرین

8 اکتوبر 2012ء بروز پیر 1 بجے دوپہر ۱ بجے
خواتین کیلئے
نیشنل مخصوص

الحرم اہل نمبر 1 شاہراہ قائد اعظم لاہور داخلہ بغیر کارڈ

کنز الایمان سوسائٹی (رجسٹرڈ) لاہور چھاؤنی

0333-4284340 - 0345-4141250 - 0333-4286972

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
ریگ زاروں میں اس کی خاطر حسین علیہ السلام نے گلا کٹایا تھا۔ یہ عشق و محبت کی مہربانیاں اور حسن ازلی کی
بے نیازیاں ہیں کہ وہ اپنے بندے کی لگن کو جانتا ہے اور اس کے شوق تپش کو پہچانتا ہے۔
اسے معلوم ہے کہ یہ امتحان کے موقع پر ڈم گانے والے قدم اور مظالم سے اٹک اگلنے والی آنکھیں
نہیں ہیں، مگر پھر بھی وہ امتحان لیتا ہے۔ کبھی آگ کے شعلوں میں گھرے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے
صدق کو آزماتا ہے اور کبھی زیر خنجر آئے ہوئے حسین کے صبر کو دیکھتا ہے۔ حسن و عشق کا یہی بیچ و تاب
اسلام کے تمام احکام کی اصل روح اور واقعی فلسفہ ہے۔

قربانی کرنے سے روحانیت کو جلا ملتی ہے

انسان کا سینہ ہوس اور ایثار سے موجزن ہے۔ ہوس ایک حیوانی جذبہ ہے اور ایسے جذبات
جب ابھرتے ہیں تو وہ بس اپنے ہی لیے سوچتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ ہر جائز و ناجائز طریقہ سے
اپنا پیٹ بھرے اور اپنی ضروریات کو رفع کرے۔ خواہ اس میں کسی کو نفع ہو یا نقصان، جیسے ایک حیوان
محض اپنی شکم سیری کے لیے دوسرے کا خون کر دیتا ہے اور اسے کوئی تاسف نہیں ہوتا، اسی طرح
انسان بھی اسی حیوانی جذبہ کے تحت اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے دوسروں کی تمناؤں کا
خون کر دیتا ہے اور اسے کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ دوسرا احساس ایثار و قربانی ہے جو ایک ملکوتی جذبہ ہے،
جب ایسے جذبات غالب ہوتے ہیں تو انسان خود تکلیف میں رہ کر دوسروں کو آرام دینے میں
راحت محسوس کرتا ہے۔ اس وقت اس کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ بھوکا رہ کر کسی کو کھانا کھلا دے، خود
تشہیر و مہرہ کر کسی کو سیراب کر دے۔

اگر کسی کیاری سے دو پودے غذا حاصل کرتے ہوں تو ایک کاٹ دینے سے دوسرا زیادہ غذا
حاصل کر سکتا ہے اور اس کی قوت و رعنائی اور بالیدگی بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح انسانی سسٹم (System)
کے دو جذبوں میں سے میں سے اگر ایک کا انقطاع کر دیا جائے تو دوسرا ارتقا پذیر ہوگا۔ حیوانیت کا
جس قدر انصرام و انقطاع ہوگا، ملکوتیت اور روحانیت کو اتنی ہی مدد ملے گی۔

قربانی کرنے سے انسان کو سال میں یہ موقع ملتا ہے کہ وہ بے نوا غریاء جو کبھی کبھی ہی
گوشت کھاتے ہیں، کثرت سے گوشت کھا سکتے ہیں اور اپنے مال و متاع کو دوسروں پر خرچ کرنے کا ایثار
اس حیوانی خواہش پر چھری پھیر دیتا ہے، ہوس دم توڑنے لگتی ہے، ہمدردی اور اخلاص کے جذبات
جگمگانے لگتے ہیں اور ملکوتیت اور روحانیت انسان کے سینہ میں ایک نیا جنم لیتی ہے۔

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
قربانی جہاد کی تربیت دیتی ہے

فدا کا رانہ جذبہ اور قربانی کا عزم انسان کو زندگی کے ہر میدان میں فتح اور نصرت عطا کرتا ہے
اور محض جلب منفعت کا حیوانی جذبہ کمزور کے مقابلہ میں بربریت اور قوی کے سامنے کم ہمتی اور
بزدلی عطا کرتا ہے۔ ہول اور دہشت کے میدان جنگ میں جہاں قدم قدم پر مجاہدوں کی سخت کوشیاں
لبیک کہتی ہیں، جہاں خاک و خون میں لتھڑی ہوئی لاشوں اور زخمیوں کی آہ و بکا سے خوف کا بدن
کپکپانے لگتا ہے، وہاں اس شخص کا گزر غیر متوقع نہیں ہوتا، جس کے جسم میں قربانی کی روح موجود ہو۔
جہاد کی فضا میں زخمیوں کو سنبھالنا اور گرتوں کو اٹھانا اس سے متصور ہو سکتا ہے جس کے دل میں
اخلاص و ایثار کا جذبہ ہو۔

کافروں اور مشرکوں کا محاسبہ وہی شخص کر سکتا ہے جو اپنی زندگی میں کبھی خاک و خون سے
کھیل چکا ہو۔ جس شخص نے کبھی کسی جانور کے گلے پر چھری نہ پھیری ہو، جو ایک حیوان کو
ذبح کرنے سے بھی ڈرتا ہو، اس سے جہاد کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

اسلام نے سال میں ایک مرتبہ حیوان کی قربانی کرنے کا حکم دیا تاکہ ظاہری طور پر اس کا
گلا کاٹنے سے مسلمان کے اندر جرأت، ولولہ اور خاک و خون سے مناسبت پیدا ہو اور باطنی طور پر
اسے پیسہ خرچ کرنے اور غرباء کو گوشت کھلانے سے اخلاص اور ایثار کی عادت پڑے۔

اسلام کا ہر فرد فطرتاً ہی ہوتا ہے اور وہ اسے مختلف پیرایوں سے ہر سال جہاد کی تربیت دیتا ہے۔
جانور کی قربانی کے ذریعے اسلام اپنے فرزندوں کو سمجھاتا ہے کہ جس طرح اللہ کی رضا کے لیے
تم آج اس جانور کا خون بہا رہے ہو، کل اسی طرح خدا کے نام کی سر بلندی کے لیے تم نے خود اپنا ہوا
پیش کرنا ہے۔

حقائق قربانی

اسوۃ ابراہیم علیہ السلام ہمیشہ دس ذی الحجہ کو قربانی کیا کرتے ہیں۔
اسلامی فرقوں میں عقائد و افکار کے اختلاف کے باوصف یہ ایک خوش گوار ہم آہنگی تھی، لیکن
مادہ پرستی کے اس دور میں یہ نقطہ اتحاد بھی قائم نہ رہ سکا اور کچھ دیر سے یہ آواز آنے لگی ہے کہ قربانی
صرف حجاج کے لیے ہے، عام مسلمانوں کے لیے نہ یہ سنت ابراہیمی ہے، نہ سنت محمدی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قربانی کی وجہ سے ہر سال لاکھوں جانور ضائع ہو جاتے ہیں اور بے حساب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
روپیہ برباد ہو جاتا ہے۔ اسی رقم کو اگر گرافہی امور پر صرف کیا جائے تو ملک و ملت کے بہت سے
گڈے ہوئے کام سنوار سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں قربانی کی ادائیگی کے سلسلہ میں غیر مقلد حضرات
ہر سال امت مسلمہ کو اس مغالطہ میں مبتلا کرتے ہیں کہ قربانی چوتھے روز بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیے
ضروری ہے کہ قربانی کا شرعی ثبوت، شہادت کا ازالہ، قربانی کے فضائل و فوائد اور اس کے ایام کی
تحقیق پر مختصر اور اجمالی گفتگو کر لی جائے۔

قربانی کا شرعی ثبوت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ --- [الکوثر: ۲۰]

”نماز پڑھ اپنے رب کے لیے اور قربانی ادا کر۔“

”نحر“ کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جمہور مفسرین نے اس آیت میں
”نحر“ کو قربانی پر محمول کیا ہے، چنانچہ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

و قوله فصل لربك و انحر حث على مراعاة هذين الركعتين و هما
الصلوة و نحر الهدى فانه لابد من تعاطيهما فذلك واجب في كل دين و في
كل ملة --- [المفردات في غرائب القرآن، صفحہ ۲۸۵]

”فصل لربك و انحر“ میں نماز اور قربانی پر براہیجہ کیا گیا ہے اور ان دونوں کو
ادا کرنا ضروری ہے اور یہ ہر دین اور ہر ملت میں واجب رہی ہے۔

امام فخر الدین رازی، محمود آلوسی اور دیگر مفسرین نے اس آیت میں نحر کو قربانی پر
محمول کرنے کی حسب ذیل وجوہ بیان فرمائی ہیں:

۱ قرآن کا اسلوب ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ ذکر فرماتا ہے اور قربانی عبادت مالیہ
ہونے کی وجہ سے بمنزلہ زکوٰۃ ہے۔ پس جب ”فصل“ سے مراد نماز ہے تو ”وانحر“ سے
قربانی مراد ہونی چاہیے۔

ب مشرکین اپنے بتوں کے لیے نماز اور قربانی دونوں ادا کرتے تھے، پس جس طرح ”فصل“ سے
نماز کو اللہ کے ساتھ خاص کیا گیا، چاہیے کہ ”وانحر“ سے قربانی کو اللہ کے ساتھ خاص کر لیا جائے۔

ج تمام عبادات کا رجوع دو چیزوں کی طرف ہے، خالق کی عظمت اور مخلوق پر شفقت۔ اور

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
نحر کو قربانی پر محمول کرنے سے یہ دونوں امر حاصل ہو جاتے ہیں، کیوں کہ نماز
عظمت خالق کی مظہر ہے اور قربانی مخلوق پر شفقت کو ظاہر کرتی ہے۔

د نحر کا لفظ باقی کی نسبت قربانی کے معنی میں زیادہ مشہور ہے اور لفظ کو اس کے اشہر اطلاق پر
محمول کرنا چاہیے۔

قرآن کریم کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی قربانی کے ثبوت پر دلائل کثیرہ موجود ہیں،
بعض یہ ہیں۔ امام عبد الوہاب شعرائی فرماتے ہیں کہ حاکم نے مرفوعاً روایت کیا ہے:

مَنْ وَجَدَ سَعَةً لَّاَنْ يُضْحِيَ فَلَمْ يُضْحِ فَلَا يُحْضَرُ مَصَلًّا ---

[لواقع الانوار القدسیہ، صفحہ ۲۰۹]

”جو شخص قربانی ادا کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ

ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔“

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

مَا هَذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟ ---

”حضور! یہ قربانیاں کیا ہیں؟“

آپ نے فرمایا:

سُنَّةُ آبَائِكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ --- [مشکوٰۃ، صفحہ ۱۲۹/ ابن ماجہ، صفحہ ۲۲۶]

”یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔“

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ پورے دس سال مدینہ طیبہ میں

اقامت پذیر رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔ [ترمذی جلد ۱، صفحہ ۱۸۲]

ان حدیثوں سے ظاہر ہو گیا کہ قربانی کرنا سنت ابراہیمی بھی ہے اور سنت محمدی بھی۔

اس مقام پر سنت طریقہ جاریہ کے معنی میں ہے، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک

اس پر عمل جاری رہا۔ عہد رسالت ﷺ سے لے کر آج تک تمام مسلمان اس پر عمل کرتے ہیں

اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ
الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلٰى وَ نُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَ سَاءَتْ مَصِيْرًا --- [النساء: ۱۱۵]

Monthly NOOR UL HABIB Baseer Pur Sharif 25 October 2012

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ

”جو حق واضح ہونے کے بعد رسول ﷺ کے خلاف کرے اور مسلمانوں سے

جدارستہ پر چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور جہنم میں داخل کر دیں گے

اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے“ ---

اس آیت میں غور کی جگہ ہے ان لوگوں کے لیے جو تمام مسلمانوں کے طریقہ کے علی الرغم

قربانی کا انکار کرتے ہیں۔

ازالۂ شبہات منکرین

منکرین قربانی کہتے ہیں، قربانی صرف حجاج کے لیے مشروع ہے اور ہر سال اور ہر شہر میں

قربانی کرنا نہ سنت ابراہیمی ہے اور نہ سنت محمدی۔ اس کے جواب میں اولاً گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن کریم میں قربانی ادا کرنے کا امر عموم اور اطلاق سے فرمایا ہے، حج کے ساتھ مقید نہیں کیا،

چنانچہ ارشاد ہوا ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ﴾ ”اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر“ اور

احادیث رسول ﷺ میں اس عموم کی تائید موجود ہے۔ کیوں کہ حضور ﷺ نے ہجرت کے بعد

صرف ایک بار حج کیا اور مدینہ منورہ میں قیام کی پوری مدت میں ہر سال قربانی ادا فرماتے رہے۔ [ترمذی]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہمیں عید کی نماز پڑھائی،

نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دیکھا کہ بعض لوگوں نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی ہے

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں دوبارہ قربانی کرنی ہوگی“۔ [مسلم]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے دست اقدس سے مدینہ منورہ میں

دو مینڈھوں کی قربانی کی ہے۔ [صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۸۳۴]

پس ظاہر ہو گیا کہ قربانی کا حکم حجاج اور مکہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ یہ حکم ہر صاحب نصاب

مسلمان کے لیے ہر شہر میں ہے۔ ثانیاً چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی غذا اور دوسرے فوائد کے لیے

جانوروں کو مسخر کر دیا ہے، اس لیے اس نعمت کے شکر کے طور پر جانوروں کی قربانی کا حکم دیا اور یہ نعمت

چونکہ حجاج وغیرہ حجاج دونوں کے لیے لازم ہے۔ ثالثاً قربانی سنت ابراہیمی ہے، لقولہ علیہ السلام:

سُنَّةُ آبَائِكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ---

اور سنت ابراہیم کی پیروی حجاج وغیرہ حجاج دونوں کے لیے لازم ہے، لقولہ تعالیٰ:

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيفًا --- [آل عمران: ۹۵]

”ملت ابراہیم کی پیروی کرو“ ---

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ

پس قربانی بھی حجاج وغیرہ حجاج دونوں پر لازم ہے۔

رہا مال کو ضائع کرنے کا شبہ تو اس کے جواب میں اولاً گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر

عمل کرنے میں جو مال خرچ ہوتا ہے وہ اسی شخص کے نزدیک ضائع کہلا سکتا ہے جو خدا اور آخرت پر

یقین نہ رکھتا ہو، ثانیاً قربانی کا گوشت خود کھایا جاتا ہے، احباب کو کھلایا جاتا ہے اور غرباء کو

صدقہ کیا جاتا ہے۔ اب اس میں ضائع کیا چیز ہوئی، اپنے کھانے کو تو ضائع نہیں کہہ سکتے اور

احباب کے ہدیہ اور غرباء پر صدقہ کو ضائع وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کے دل میں نہ اپنے رشتہ داروں کی

محبت ہو اور نہ غرباء کے لیے ہمدردی۔

قربانی کے فضائل و فوائد

① قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو قربانی کا خون بہانے سے زیادہ مسلمان کا کوئی عمل پسند نہیں ہے۔

[ترمذی وابن ماجہ]

② قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے مقبولیت کے لیے اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

[ترمذی وابن ماجہ]

③ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایک گناہ بخش دیتا ہے۔

[لواقح الانوار القدسیة]

④ قربانی کے گوشت اور خون کو ستر درجہ بڑھا کر میزان میں وزن کیا جائے گا۔ [اصہبانی]

⑤ قربانی کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی کا ثواب دیا جاتا ہے۔ [مسند احمد وابن ماجہ]

⑥ قربانی کا جانور میدان محشر میں اپنے صاحب کے لیے سواری بن کر آئے گا۔ [مرقاۃ]

⑦ خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ قربانی کرنے والے کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

[بزار وابن ماجہ]

قربانی کے اسرار و رموز

① قربانی کے ذریعے سنت ابراہیم کو زندہ اور اسوۂ اسماعیل کو تازہ کیا جاتا ہے۔

② اسلامی سال کا آغاز محرم سے اور اختتام ذوالحجہ پر ہوتا ہے اور دس محرم کو حضرت حسین کی اور

دس ذوالحجہ کو حضرت اسماعیل کی قربانی ہے، پتہ چلا اسلام ابتدا سے انتہا تک قربانیوں کا نام ہے۔

③ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں اپنی مرضی سے تصرف کے لیے دی ہیں، وہ چاہتا ہے کہ

Monthly NOOR UL HABIB Baseer Pur Sharif 27 October 2012

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
اور نعمتوں کا کچھ حصہ اس کی مرضی سے بھی خرچ کیا جائے، سال بھر ہم اپنی خواہش سے
جانور ذبح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے چاہا سال میں ایک مرتبہ ہم یہ جانور محض اس کی
مرضی سے ذبح کر دیں۔

۴) اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرنے سے خاک و خون سے مناسبت پیدا ہوتی ہے اور اس سے
جہاد کی استعداد حاصل ہوتی ہے، کیوں کہ جو شخص ایک جانور کو بھی ذبح نہ کر سکے اس سے
کفار کو ہلاک کرنے کی توقع کب کی جاسکتی ہے۔

۵) قربانی کے ذریعہ ہمیں یہ عادت ڈالی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ کے حکم سے ہم نے آج
اس جانور کی جان پیش کی ہے، وقت آنے پر اپنی جان کو بھی اللہ کے حضور پیش کر دیں۔

۶) جس طرح بدن کا شکر نماز سے، مال کا زکوٰۃ سے اور قوت کا شکر جہاد سے ہوتا ہے اسی طرح
جانوروں کا شکر قربانی سے ادا ہوتا ہے۔

۷) کفار اپنی قربانیاں بتوں کے لیے کرتے ہیں، ہم قربانی اللہ کے لیے کر کے ان کے لیے
صحیح راہ عمل متعین کرتے ہیں۔

۸) قربانی اور تکبیرات تشریق کی وجہ سے غیر حجاج کو بھی حجاج سے مناسبت حاصل ہوتی ہے۔
۹) قربانی سے وحدت ملی و تقویت ملتی ہے، اس دن تمام مسلمان ایک عمل اور ایک کھانے میں
متحد ہوتے ہیں۔

۱۰) قربانی اقارب اور احباب سے ملاقات، ضیافت اور صلہ رحمی کا سبب بنتی ہے۔
۱۱) احباب کو قربانی کا تحفہ دینے سے یگانگت بڑھتی ہے اور صدقہ دینے سے غرباء کا پیٹ پلٹا ہے
اور ان کی دعائیں ملتی ہیں۔

۱۲) انسان کی جسمانی نشوونما کے لیے گوشت ایک ضروری عنصر ہے۔ بہت سے لوگ ناداری
کی وجہ سے گوشت سیر ہو کر نہیں کھا سکتے، قربانی کے ایام میں ان کی یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

۱۳) قربانی کے ذریعے ان کفار کے عقیدہ پر ضرب لگتی ہے جو جانوروں کی پرستش کرتے ہیں۔
۱۴) قربانی یہ سبق دیتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس خارجی حیوان کو بھی

آہنی چھری سے ذبح کیا ہے، اسی طرح شریعت کی قربان گاہ پر اپنے داخلی حیوان کو بھی
مخالفت نفس کی چھری سے ذبح کر ڈالو تا کہ باطن ظاہر کے موافق ہو جائے اور آیات آفاق

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
کی معرفت کا مقضی حیوان ظاہر کی قربانی سے اور آیات انفس کی معرفت کا مدعی حیوان باطن
کی قربانی سے پورا ہو جائے۔

قربانی کے احکام و مسائل

جو شخص ایام قربانی میں نصاب زکوٰۃ یعنی کا مالک ہو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اونٹ، گائے
اور بکری، ان اجناس کے جانوروں سے قربانی کرنا جائز ہے۔ اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی
اور بکری ایک سال کی ہونی چاہیے، دنبہ اگر چھ ماہ کا اس قدر فرہ ہو کہ ایک سال کا معلوم ہوتا ہو تو
یہ بھی جائز ہے۔ گائے اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ جانور صحیح سالم اور توانا ہو، جو جانور
ایسا کمزور ہو کہ مذبح تک چل نہ سکے، جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو، کاٹا، اندھ یا لنگڑا ہو یا جس کی
آنکھ، کان یا دم کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو یا جس کے خلقتاً کان یا دانت نہ ہوں یا پستان بریدہ ہو،
ایسے تمام جانور قربانی کے اہل نہیں، ان کی قربانی ناجائز ہے۔

دس ذوالحجہ کو نماز عید کے بعد سے ۱۲ ذوالحجہ کے دن غروب آفتاب تک قربانی کرنا جائز ہے۔
ان ایام میں دن کو قربانی کرنی چاہیے، رات کو قربانی کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ افضل اور مستحب یہی ہے کہ
اپنے ہاتھ سے قربانی کرے، ورنہ کم از کم ذبح کے وقت حاضر ہے۔ ذبح کے وقت یہ دعا کرے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّ مَا اَنَا
مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحِیَّایْ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا
شَرِکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ ---

قربانی کے گوشت یا کھال کو قصاب کی اجرت میں دینا جائز نہیں، نہ اس کے کسی حصہ کو
بیچا جاسکتا ہے، اگر فروخت کر دیا تو قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کے
گوشت کے تین حصے کیے جائیں، ایک اپنے لیے، ایک رشتے داروں کے لیے اور ایک غرباء کے لیے۔
قربانی کا گوشت کا فرحرب کو نہیں دیا جاسکتا ہے، ذمیوں کو دیا جاسکتا ہے۔ قربانی کی کھال کو
اپنے استعمال میں لاسکتے ہیں، فقراء کو صدقہ دے سکتے ہیں، رفاہی امور، مساجد اور مدارس
کے لیے بھی دے سکتے ہیں۔

قربانی کے ایام

ایام قربانی کی مقدار میں ائمہ اور مجتہدین کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
روایت کیا ہے۔ ثانیاً علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ زائدہ نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ تمام اہل دنیا
سے زیادہ فقیہ تھے، امام عجل نے کہا، ابن ابی لیلیٰ، فقیہ، صاحب سنت، بے حد سچے اور جائز الحدیث تھے۔
قرآن کے عالم اور لوگوں میں حسب کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے۔

[تہذیب التہذیب، جلد ۹، صفحہ ۳۰۲]

اور منہال پر ابن حزم کا اعتراض یہ ہے کہ وہ مجروح ہیں۔ اس کے جواب میں عرض کیا کہ اولاً
تو امام بخاری، نسائی، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ یہ سارے ائمہ منہال سے روایت کرتے ہیں۔
ابن معین اور نسائی نے تصریح کی ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ ابوالحسن القطان نے کہا کہ جب عجل اور ابن معین
جیسے ائمہ منہال کی توثیق کر چکے ہیں تو ابن حزم ظاہری کی جرح کا کیا اعتبار ہے۔

[تہذیب التہذیب، جلد ۱۰، صفحہ ۳۲۰]

۳ مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

عَنْ وَكِيعٍ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ الْمِنْهَالِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ النَّحْرُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ---

[احکام القرآن، جلد ۳، صفحہ ۲۳۳/محلی ابن حزم، جلد ۷، صفحہ ۷۷۷]

”حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: قربانی تین دن ہے۔“

اس حدیث کی سند میں بھی ابن ابی لیلیٰ اور منہال ابن حزم کو کھکتے ہیں اور جواب ظاہر ہو چکا۔

۴ فقیہ امت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عِيَّاشٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ
قَالَ: الْأَضْحَى يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ ---

[موطأ امام مالک، صفحہ ۱۸۸/محلی ابن حزم، جلد ۷، صفحہ ۷۷۷]

اس سند میں اسماعیل بن عیاش پر ابن حزم کا اعتراض ہے کہ یہ ضعیف ہیں۔ لیکن یہ اعتراض
ساقط ہے، کیونکہ اولاً تو اسماعیل بن عیاش پر ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کا اعتماد ہے۔
ثانیاً اس لیے کہ یعقوب بن سفیان نے کہا، اسماعیل ثقہ اور عادل ہے اور یزید بن ہارون نے کہا،
میں نے اسماعیل سے بڑھ کر کسی کو حافظہ والا نہ پایا۔ [تہذیب التہذیب، جلد ۴، صفحہ ۶۱]

۵ رئیس الحفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحَبَابِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ حَدَّثَنِي أَبُو مَرْيَمَ سَمِعْتُ

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۳۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ
أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: الْأَضْحَى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ --- [محلی ابن حزم، جلد ۷، صفحہ ۷۷۷]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قربانی تین دن ہے۔“

حدیث ابو ہریرہ کی سند میں ایک راوی ہیں معاویہ بن ابی صالح، ابن حزم کہتے ہیں کہ وہ قوی نہیں،
ہم کہتے ہیں کہ بلاریب یہ کذب صریح ہے۔ اس لیے کہ مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ
صاح کے یہ سارے امام معاویہ ابن صالح سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ نیز ابوطالب اور
ابن معین نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں، عجل اور نسائی نے توثیق کی۔ ابن فراس نے کہا کہ یہ صدوق ہیں،
ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا۔ بزار نے کہا، ثقہ ہیں اور بہتوں نے کہا۔

[تہذیب التہذیب، جلد ۱۰، صفحہ ۲۰۹/۲۱۱]

۶ اور یہ ہیں خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ:

عَنْ وَكِيعٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: الْأَضْحَى يَوْمُ النَّحْرِ وَ
يَوْمَانِ بَعْدَهُ --- [سنن بیہقی بحوالہ ہانیہ، جلد ۴، صفحہ ۱۱/محلی ابن حزم، جلد ۷، صفحہ ۷۷۷]

”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قربانی عید اور دو دن بعد ہے۔“

اور یہ سند ہے جس کی صحت پر ابن حزم ظاہری کو بھی ایمان لانا پڑا، چنانچہ لکھتے ہیں:

وَلَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِنْ هَذَا كُلِّهِ إِلَّا عَنْ أَنَسٍ وَحْدَهُ ---

[محلی ابن حزم، جلد ۷، صفحہ ۷۷۷]

۷ صاحب استدکار نے ذکر کیا ہے کہ حرامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی

بیان کیا ہے کہ قربانی تین دن ہے۔ [عینی علی الہدایہ، جلد ۴، صفحہ ۱۱۷]

ایام اربعہ کے تمسکات اور ان کا احتساب

۱ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى الصَّدْفِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ ---
”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں، تمام ایام تشریق میں
ذبح ہے۔“

اس حدیث کی سند میں معاویہ بن یحییٰ ہے اور نسائی ابن معین اور علی بن مدینی نے کہا کہ یہ
ضعیف ہے اور ابن ابی حاتم نے ”کتاب العلل“ میں بیان کیا، یہ حدیث اس سند کے ساتھ
موضوع ہے۔ [بنایہ علی الہدایہ، جلد ۴، صفحہ ۱۱/عمدة القاری، جلد ۲، صفحہ ۱۴۸]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ

معاویہ بن یحییٰ کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں:

جوز جانی نے کہا، یہ ذاہب الحدیث ہے، ابو زرہ نے کہا، قوی نہیں، اس کی احادیث منکرہ ہیں، ابو حاتم نے کہا، ضعیف ہے، ابوداؤد اور نسائی نے کہا، غیر ثقہ ہے، نسائی نے ایک جگہ کہا لیس بشیء ابن حبان نے کہا، یہ اپنے وہم سے حدیث بیان کرتا ہے۔ ساجی نے کہا، اس کی احادیث بہت ضعیف ہیں۔ بخاری نے ضعیف میں شمار کیا۔ زہری نے کہا کہ اس کی احادیث منکرہ اور موضوعات کے مشابہ ہیں۔ [تہذیب التہذیب، جلد ۱، صفحہ ۲۱۹ تا ۲۲۰]

اور اس حدیث کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں:

ابن عدی نے اس حدیث کو ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے اور کہا، یہ معاویہ بن یحییٰ کی وجہ سے ضعیف ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا، یہ حدیث سند کے ساتھ موضوع ہے۔

② عَنْ سُوَيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعَمٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي كُلِّ أَيَّامٍ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ [مواسم الظمان الی نروائد ابن حبان، صفحہ ۲۳۹]

”جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تمام ایام تشریق میں ذبح ہے۔“

اس حدیث کی سند میں سويد بن عبد العزيز ہے، اس کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا، یہ متروک الحدیث ہے، ابن معین نے کہا، لیس بشیء، ”یہ کچھ بھی نہیں“ مزید کہا، ضعیف ہے اور احکام قربانی میں اس کی روایت جائز نہیں۔ بکاری اور ابن سعد نے کہا، اس کی احادیث منکرہ ہیں۔ کثیر الغلط تھا۔ نسائی نے کہا، غیر ثقہ تھا، خلال نے کہا، ضعیف تھا، بزار نے کہا، حافظ نہ تھا۔ [تہذیب التہذیب، جلد ۲، صفحہ ۲۷۷]

اس حدیث کے بارے میں حافظ عینی سے سنئے:

بزار نے اس کو سند میں روایت کیا اور کہا، ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات ثابت نہیں، لہذا یہ حدیث منقطع ہے۔ [بنایہ علی الہدایہ، جلد ۴، صفحہ ۱۱۷]

علامہ ابن حجر سے سنئے:

احمد، ابن حبان اور بزار نے اس حدیث کو جبیر بن مطعم سے روایت کیا اور بزار نے کہا، یہ حدیث منقطع ہے۔ دارقطنی نے دو مختلف سندوں سے اس حدیث کا اخراج کیا اور کہا، دونوں میں ضعیف ہے، بیہقی نے اس کو ایک سند سے روایت کیا اور کہا کہ یہ منقطع ہے۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۳۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

③ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى نَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ الْحَكَمِ بْنِ عَتِيبَةَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ: يَوْمُ النَّحْرِ، وَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ۔۔۔

[محلّی ابن حزم، جلد ۷، صفحہ ۳۷۷]

”حضرت ابن عباس نے فرمایا: ایام معلومات عید اور اس کے بعد تین دن ہیں۔۔۔“

اس سند کے ایک راوی ہیں: ابن ابی لیلیٰ۔ یہ راوی ابن ابی لیلیٰ ہیں جو علی اور ابن عباس کی سندوں میں تھے، جنہیں جمہور نے پیش کیا تھا، وہاں ابن حزم نے ان سندوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ ابن ابی لیلیٰ بد حافظہ ہیں۔ حیرت ہے کہ اس قدر جلد ابن ابی لیلیٰ پر کیا ہوا اعتراض ابن حزم کے حافظہ سے کیسے نکل گیا۔

چلیے ابن ابی لیلیٰ کو جانے دیجیے۔ یہ ہیں اس سند کے ایک اور راوی عبید اللہ بن موسیٰ۔ ان کے بارے علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

احمد بن حنبل نے کہا، عبید اللہ بن موسیٰ احادیث میں خلط کرتا تھا، اس نے روایات سوء اور احادیث رویہ بیان کی ہیں۔ صاحب منا کیر تھا، میں نے اس کو مکہ میں دیکھا اور اعراض کر لیا، ابن سعد نے کہا، وہ تشیع کو ثابت کرنے کے لیے احادیث منکرہ روایت کرتا تھا، اس وجہ سے اکثر لوگوں نے اس کو ضعیف قرار دیا، ابو مسلم بغدادی نے کہا، عبید اللہ بن موسیٰ متروکین میں سے تھا، امام احمد نے اس کے تشیع کی وجہ سے اس کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔۔۔ [تہذیب التہذیب، جلد ۷، صفحہ ۵۳ تا ۵۴]

مجروح السند ہونے کے علاوہ یہ حدیث ابن عباس کی اس صحیح السند حدیث کے معارض ہے، جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ قربانی صرف تین دن ہے۔

برسبیل تنزل

ایام ثلاثہ کے دلائل کی صحت اور قوت اور ایام اربعہ کی روایات کے وضع، جرح اور ضعیف سے صرف نظر بھی کر لیا جائے تو بھی احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ قربانی ان ایام میں ادا کی جائے جن میں سب کے نزدیک قربانی ادا ہو جائے اور وہ ایام عید اور اس کے دو دن بعد ہیں۔ ثانیاً یہ دلائل کے تعارض کی وجہ سے چوتھا دن کم از کم مشکوک ضرور ہو گیا، پھر کیوں نہ قربانی ان دنوں میں کی جائے جن میں قربانی کی ادائیگی یقینی اور قطعی ہے؟



عشرۃ ذوالحجہ

مولانا حافظ نذیر احمد نوری رحمہ اللہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”بقرعید کے دس دنوں میں جس قدر نیک عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، اس سے
بڑھ کر کسی زمانے میں بھی اس قدر محبوب نہیں۔“۔۔۔۔۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان دنوں کی
عبادت سے افضل نہیں؟“۔۔۔۔۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جہاد فی سبیل اللہ بھی ان ایام سے افضل نہیں، مگر یہ کہ کوئی شخص اپنی جان و مال
لے کر نکلے اور ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ لوئے۔“۔۔۔۔۔ [مشکوٰۃ، بحوالہ بخاری]
حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”بقرعید کے اوّل دس دنوں میں روزہ رکھنے سے ایک روزہ کا ثواب ایک سال کے
روزوں کے برابر ملتا ہے اور ان دنوں کی راتوں میں قیام کرنے سے شب قدر میں
قیام کے برابر ثواب ملتا ہے۔“۔۔۔۔۔ [مشکوٰۃ، بحوالہ ترمذی]

نویں تاریخ کا روزہ

حضرت ابوقحادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بقرعید کی نویں تاریخ کے
روزے کے بارے میں فرمایا:

”میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اس (روزہ) کی وجہ سے ایک سال
پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ کر دے گا۔“۔۔۔۔۔ [مسلم]

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۳۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

تکبیرات تشریق

نویں ذوالحجہ کی صبح سے لے کر تیرہویں ذوالحجہ کی عصر تک ہر نماز باجماعت کے بعد ایک مرتبہ
تکبیر تشریق باواز بلند پڑھنا واجب اور تین مرتبہ مستحب ہے۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدی
یاد کرادیں اور سبھی بلند آواز سے پڑھیں۔

شب عید کی عبادت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا،
اس کا دل اس دن نہ مرے گا، جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوں گے (قیامت کے دن
خوف گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا)۔۔۔۔۔ [التراغیب و الترهیب]

عید کی سنتیں

- ①..... صبح سویرے اٹھنا
- ②..... مسواک کرنا
- ③..... خوش بولگانا
- ④..... غسل کرنا
- ⑤..... نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہننا
- ⑥..... سرمہ لگانا
- ⑦..... ایک راستہ سے آنا اور دوسرے سے جانا
- ⑧..... عید کے بعد مصافحہ کرنا
- ⑨..... عید گاہ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیرات کہنا
- ⑩..... جس کے ذمہ قربانی واجب ہے چاند رات سے نماز عید تک خط نہ بخوانا، ناخن نہ ترشوانا
اور بال نہ بخوانا اور اگر کسی کو قربانی کی استطاعت نہ ہو تو وہ ایسا کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص
فضل و کرم سے اسے قربانی کا ثواب عطا فرمائے گا۔
- ⑪..... عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور نماز کے بعد قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے،
کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ضیافت ہے، لیکن اگر کچھ پہلے کھا لیا جائے، جیسے
ناشتہ یا چائے وغیرہ تو کوئی حرج نہیں۔

نماز عید کا طریقہ

عید کی نماز دو رکعت واجب ہے۔ نیت یوں کریں:
”نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز واجب عید الاضحیٰ کی، ساتھ چھ زائد تکبیروں کے،
خاص اللہ تعالیٰ کے لیے، منہ طرف قبلہ شریف کی، پیچھے امام کے اللہ اکبر۔“۔۔۔۔۔
تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھیں، پھر ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں علیحدہ علیحدہ کہیں، تیسری تکبیر کے بعد
ہاتھ باندھ لیں، پھر امام قراءت کرے گا، جسے خاموشی کے ساتھ سنا جائے، قراءت کے بعد حسب معمول
رکوع و سجود کریں، پھر دوسری رکعت میں امام قراءت کرے گا، قراءت کے بعد تین تکبیریں ہاتھ اٹھا کر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهٗ
کہیں اور ہر مرتبہ ہاتھ چھوڑ دیں، چوٹی تک بغیر ہاتھ اٹھائے کہہ کر رکوع میں چلے جائیں، باقی نماز
حسب معمول مکمل کریں، بعد میں امام صاحب خطبہ پڑھیں، جس کو سننا ہر ایک پر واجب ہے۔

ایام عید

حضرت پیشہ ہندی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

”خبردار! یہ دن کھانے، پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے ہیں“۔۔۔ [ابوداؤد]

اس فرمان عالی شان کا مطلب یہ ہے کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی مہمانی کے ہیں، ان دنوں میں
کھائیں، پیئیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، روزہ نہ رکھیں۔

۱۰/۱۳ رذوالحجہ اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ عید الاضحیٰ کے شروع کے ۹ دن
روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، لیکن نویں تاریخ کے بعد روزہ حرام قرار دے دیا گیا۔ حدیث شریف
میں یہ بھی فرمایا کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے ہیں۔ آج کل ہم نے کھانے پینے کو تو یاد رکھا،
لیکن آخری بات یعنی اللہ کا ذکر، جو عید کی روح ہے، اس سے غافل رہتے ہیں۔ ان دنوں میں
اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرنا چاہیے۔

آخر میں میں یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایام جاہلیت میں اہل مکہ کا یہ دستور تھا
کہ جب وہ جانوروں کی قربانی کرتے تھے، تو ان کا خون اور گوشت خانہ کعبہ کی دیواروں اور وہاں کے
بتوں میں ڈال دیتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے کہ اس طرح ہماری قربانیاں بارگاہ رب العزت میں قبولیت
کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں، لیکن مسلمانوں کو بتایا گیا کہ تم ایسا عقیدہ مت رکھنا، تمہاری ان قربانیوں کا خون
اور گوشت اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتا، بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآءُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ﴾ --- [الحج: ۳۷]

”اللہ تعالیٰ تک نہ تمہاری ان قربانیوں کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور نہ ان کا خون،
لیکن اللہ تعالیٰ تک تمہاری پرہیز گاری اور تقویٰ پہنچتا ہے۔“

دوسری بات یہ عرض کرنا ہے کہ قربانی اور دیگر نیک کاموں میں حلال اور طیب مال لگانا چاہیے۔
مکھوۃ شریف میں ہے:

”بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک (مال، قول، عمل) قبول فرماتا ہے۔“

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حرام سے پرہیز کرے، حلال کی فکر کرے، اگرچہ بظاہر وہ
تھوڑا نظر آتا ہے، لیکن جو برکت اس میں ہے، وہ حرام مال سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ



توفیق عمل عطا فرمائے۔ آمین

قربانی اور ذبیحہ کے مسائل

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ہر سال عید قربان کے موقع پر مسلمانان عالم قربانی کے جانور خریدتے اور قربانی کرتے ہیں۔۔۔
حدیث شریف میں قربانی کی غرض و غایت ”تقرب“ بیان کی گئی ہے، یعنی اللہ کی رضا کا حصول۔۔۔
قربانی سنت ابراہیمی ہے، جسے اللہ کے آخری نبی ﷺ نے سُنَّةً اَبَیْکُمْ اِبْرٰہِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کہہ کر
اپنی امت میں جاری فرمایا۔۔۔ یہود و نصاریٰ کی طرح تحسین و تجدید کے نام پر دین میں تحریف کرنے
کے خواہش مند کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔۔۔ عید قربان پر بھی انہیں جانور ذبح
ہوتے ہوئے اچھے نہیں لگتے، انہیں ہر طرف پھیلا ہوا جانوروں کا خون دیکھ کر ان جانوروں پر بڑا
ترس آتا ہے، جن کے بارے میں اللہ جل مجدہ و علی کا فرمان ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا لِّیَذْكُرُوا اِسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقْنٰهُمْ مِنْ بَہِیْمَةٍ
الْاَنْعَام --- [الحج: ۳۴]

”اور ہر امت کے لیے ہم نے مقرر کی ہے ایک قربانی، تاکہ وہ ان بے زبان
جانوروں کو ذبح کرتے وقت ان پر اللہ کا نام لیا کریں۔“

نیز فرمایا:

وَيَذْكُرُوا اِسْمَ اللّٰهِ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰی مَا رَزَقْنٰهُمْ مِنْ بَہِیْمَةٍ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
الْاُنْعَامَ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اطْعِمُوْا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ --- [الحج: ۲۸]

”اور ان بے زبان چوپایوں کو ذبح کرتے وقت ان پر اللہ کا نام لیا کریں،
ان مقررہ دنوں میں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں، پس خود بھی کھاؤ ان میں سے
اور کھلاؤ مصیبت زدہ محتاج کو“ ---

ایک اور جگہ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ --- [الغافر: ۷۹]

”اللہ وہ ہے جس نے بنائے تمہارے لیے مویشی تاکہ ان میں سے کسی پر سواری کرو
اور کسی کا گوشت کھاؤ“ ---

حج اور عید قربان کے موقع پر قربانی اور ذبح بہائم کے حوالہ سے اتنی صریح آیات کے باوجود
ہمارے جدت پسندوں کو قربانی کا عمل فضول نظر آتا ہے، پھر ایک دوسری قسم، اسلام کے ہی خواہوں
کی وہ ہے جو اسلام کی کانٹ چھانٹ کر کے اسے خوش نما بنانے میں مصروف نظر آتی ہے،
اس فرقے کا عمل یہ ہے کہ شعائر اسلام میں سے ہر ایک میں اختصار، کمی اور لپٹا پوتی کر کے اس کو
خوب صورت بنانے پر زور، جیسے نماز میں صرف فرضوں پر اکتفاء، نقلی عبادات سے گریز، حتی کہ
تراویح میں بھی چار اور آٹھ کا مشورہ، داڑھی بخشی اور واجبی سی رکھے کو فروغ اور بڑی داڑھیاں
صرف بڑے لوگوں (امراء و قائدین) کے لیے مباح قرار دینا، کوئی نچلے درجے کا رکھ لے تو اسے
بڑوں کی برابری کے سبب اہانت خیال کرنا، شیعہ و مصلیٰ سے بعد پیدا کرنے کے لیے ہمہ جہت
کوششیں جاری رکھنا، تصوف سے عناد اور صوفیہ و علماء کی مجالس سے دور رہنے کا مشورہ دیتے رہنا،
ایسے لوگوں کا شعار ہے جو شعائر اسلام کی اصلاح و تحسین میں لگے رہتے ہیں۔ قربانی کے موقع پر
ان کی پوری کوشش اپنے ان ”مجاہدین اسلام“ کو کسی نہ کسی طرح گوشت مہیا کرنے کی ہوتی ہے جو
شہروں سے دور جنگلوں میں خیمہ زن ہو کر ”مشرکین اسلام“ (قدامت پسند مسلمانوں) کے خلاف
جہاد کی مخصوص تربیت حاصل کرنے میں مصروف ہوں۔ اس لیے مجاہدین کو قربانی کا گوشت بھجوانے
بلکہ سالم قربانیاں بھجوانے یا ان قربانیوں کی رقم بھجوانے کرنے کے کارخیز کا ٹھیکہ بھی انہی کے پاس ہوتا ہے۔
قربانی بظاہر تو عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک جانور ذبح کرنے کا نام ہے، مگر یہ معاملہ اتنا سادہ بھی نہیں،
بلکہ اس عمل میں بعض امور کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لینا ضروری ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں
جانوروں کو شرعی تقاضوں کے مطابق ذبح کرنا ”تذکیہ“ کہلاتا ہے۔

تذکیہ (جانور کو ذبح کرنا) ان امور میں سے ہے، جو کتاب و سنت سے ثابت شرعی احکام کے
ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۴۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
تالیع ہیں۔ ان احکام کی رعایت میں اسلام کے شعائر اور اس کی مخصوص نشانیوں کا التزام ہے،
جن کے ذریعے ایک مسلمان غیر مسلم سے ممتاز ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

”جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلے کی طرف رخ کرے اور

ہمارے ذبیحہ کو کھائے، وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی پناہ میں ہے“ ---

قربانی اور ذبیحہ کے حوالہ سے مختلف سوالات سننے میں آتے ہیں، ان میں سے بعض کے جوابات
حسب ذیل گفتگو سے امید ہے واضح ہو جائیں گے۔

شرعی تذکیہ کیا ہے؟

شرعی تذکیہ (شرعی طور پر جانور کو ذبح کرنا) درج ذیل طریقوں میں سے کسی ایک سے انجام پاتا ہے:

① ذبح:

یہ عمل حلق، مری اور دو جین (گردن کی دو رگیں) کاٹنے سے انجام پاتا ہے۔ بھیڑ، بکری،
گائے اور پرندوں وغیرہ کو ذبح کرنے میں شرعی طور پر یہی طریقہ قابل ترجیح ہے۔ دوسرے جانوروں کو بھی
اس طرح ذبح کرنا جائز ہے۔

② نحر:

یہ عمل لبہ یعنی گردن کے زیریں حصے کے کڑھے میں نیزہ یا کوئی دھاردار چیز مارنے سے
انجام پاتا ہے۔ اونٹ اور اس جیسے جانوروں کو ذبح کرنے میں شرعی طور پر یہی طریقہ قابل ترجیح ہے۔
البتہ گایوں کو بھی اس طرح ذبح کرنا جائز ہے۔

③ عقر:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ بے قابو جانور کے بدن کے کسی حصے میں زخم لگا دیا جائے، خواہ وہ
ایسا جنگلی جانور ہو جس کا شکار جائز ہے یا ایسا پالتو جانور ہو جو وحشی بن گیا ہو۔ اگر شکار کرنے والا
ایسے جانور کو زندہ پالے تو اسے ذبح یا نحر کرنا ضروری ہے۔
تذکیہ کی صحت کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

① تذکیہ (ذبح) کرنے والا بالغ یا سن شعور کو پہنچا ہوا ہو، مسلمان ہو۔ (اگر چہ اہل کتاب کا
ذبیحہ بھی جائز ہے)

② ذبح کا عمل دھاردار آلے سے انجام پائے اور جانور کی گردن اس کی دھار سے کٹے، خواہ یہ آلہ
لوہے کا ہو یا کسی اور چیز کا۔ بس شرط یہ ہے کہ اس سے خون بہے۔ دانتوں اور ناخنوں سے
ذبح کرنا جائز نہیں۔ اسی لیے درج ذیل حیوانات کے حلال ہونے کے باوجود کھانا حلال نہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ

● جس جانور کا گلا اسی کے کسی عمل سے گھٹ جائے یا کوئی دوسرا اس کا گلا گھونٹ دے۔
(قرآنی اصطلاح میں اسے اَلْمُنْخِنَقَةُ کہا گیا ہے)

● جس کی جان کسی بھاری چیز مثلاً پتھر، ڈنڈا وغیرہ کی چوٹ سے چلی جائے۔ (اَلْمَوْقُوذَةُ)

● جو کسی اونچی جگہ سے یا گڑھے میں گر کر مر جائے۔ (اَلْمُتَرَدِّیَةُ)

● جو سینگ لگنے سے مر جائے۔ (اَلنَّطِیْحَةُ)

● جسے کوئی درندہ یا شکاری پرندہ پھاڑ کھائے، جسے شکار پر بھیجنے کے لیے سدھایا نہ گیا ہو۔
(مَا اَكَلَ السَّبْعُ)

اگر مذکورہ حیوانات میں سے کسی کو زندہ پایا جائے، اس طور پر کہ وہ جاں کنی کے عالم میں نہ ہو اور اس کا تذکیہ کر دیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔

③ تذکیہ کرنے والا تذکیہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے۔ اس کام کے لیے ٹیپ ریکارڈ کا استعمال کفایت نہیں کرے گا۔ ہاں اگر کوئی بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا۔

تذکیہ کے کچھ آداب ہیں جو اسلامی شریعت میں بیان کیے گئے ہیں، تاکہ حیوان کے ساتھ ذبح سے قبل، ذبح کے دوران اور ذبح کے بعد نرمی اور رحم دلی کا مظاہرہ ہو۔ اس لیے جس جانور کو ذبح کرنا ہو اس کے سامنے اوزار کو تیز نہ کیا جائے، اسے کسی دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے، اسے کسی غیر دھاردار آلے سے ذبح نہ کیا جائے، ذبیحہ کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور جب تک کہ یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ اس کی جان نکل گئی ہے، اس وقت تک نہ اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹا جائے، نہ اس کی کھال کھینچی جائے، نہ اسے گرم پانی میں ڈبکی دی جائے اور نہ اس کے پراکھیرے جائیں۔

مناسب یہ ہے کہ جس جانور کو ذبح کرنے کا ارادہ ہو وہ متعدد امراض سے محفوظ ہو اور اس میں کوئی ایسی چیز بھی نہ پائی جاتی ہو جس سے گوشت میں ایسی تبدیلی پیدا ہو جائے کہ اس کا کھانا ضرر رساں ہو۔ یہ صحیح مقصد ان جانوروں میں پایا جانا ضروری ہے جن کا گوشت بازاروں میں رکھا جاتا یا ایکسپورٹ کیا جاتا ہے۔

(الف) شرعی تذکیہ میں اصل یہ ہے کہ اسے جانور کو جھکا دیے بغیر انجام دیا جائے۔ اس لیے کہ ذبح کے اسلامی طریقے پر اس کے شروط و آداب کے ساتھ عمل کرنا بہتر ہے۔ اس میں جانور کے ساتھ رحم دلی، اسے ذبح کرنے میں نرمی اور تکلیف میں کمی ہوتی ہے۔ ذبح کا عمل انجام دینے والے اداروں سے مطلوب یہ ہے کہ وہ بڑی جسامت کے جانوروں کے تعلق سے ذبح کے طریقوں میں بہتری لائیں، بایں طور کہ انھیں ذبح کرنے میں اس اسلامی اصول پر

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ۴۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

عمل کیا جاسکے۔ اگر جانوروں کو جھکا دینے کے بعد ان کا شرعی طریقے پر تذکیہ کر دیا جائے تو انھیں کھانا جائز ہے، اگر وہ فی شرائط پورے ہوں، جن سے ثابت ہوتا ہو کہ تذکیہ سے قبل ذبیحہ کی موت نہیں گھٹی تھی۔ ماہرین نے موجودہ دور میں ان شرائط کو حسب ذیل بیان کیا ہے:

① الیکٹرک شاک کے آلے کے دونوں سروں کو ذبیحہ کی دونوں کنپٹیوں یا پیشانی اور گڈی پر لگایا جائے۔

② دو بیج سو سے چار سو وولٹ کے درمیان ہو۔

③ کرنٹ بھیڑ، بکری کے تعلق سے 0.75 سے 1.0 امپیر کے درمیان اور گائے کے تعلق سے 2.0 سے 2.5 امپیر کے درمیان ہو۔

④ الیکٹرک کرنٹ تین سے چھ سیکنڈ کی درمیانی مدت تک رہے۔

جس جانور کا تذکیہ مقصود ہو، اسے چھینے والی سوئی کے ریوالمور، کلہاڑی یا ہتھوڑے کے ذریعے جھکا دینا جائز نہیں اور نہ انگریزی طریقے پر پھونک مار کر بے ہوش کرنا جائز ہے۔

گھر یلو جانوروں کو الیکٹرک شاک کے ذریعے جھکا دینا جائز نہیں، اس لیے کہ تجربہ سے ثابت ہے کہ ان میں سے ایک بڑی تعداد تذکیہ سے قبل مر جاتی ہے۔

جن حیوانات کو ہوا یا آکسیجن کے ساتھ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے آمیزہ یا گول سروالے ریوالمور کے استعمال کے ذریعے جھکا دیا جائے، اس طرح کہ تذکیہ سے قبل ان کی موت نہ ہو جائے تو تذکیہ کے بعد وہ حرام نہ ہوں گے۔

جو مسلمان غیر اسلامی ممالک میں رہتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ قانونی طریقوں سے اپنے لیے بغیر جھکا کے اسلامی طریقے پر جانوروں کو ذبح کرنے کی اجازت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

غیر اسلامی ممالک میں جانے والے یا وہاں رہنے والے مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اہل کتاب کے ان ذبیحوں کو جو شرعاً مباح ہوں، کھائیں۔ مگر ضروری ہے کہ پہلے وہ اطمینان کر لیں کہ ان میں حرمات کی آمیزش نہ ہو۔ لیکن اگر ان کے نزدیک یقینی ہو کہ ان کا شرعی طریقے پر تذکیہ نہیں ہوا ہے، تو ان کا کھانا جائز نہیں۔

اصل یہ ہے کہ پالتو جانوروں وغیرہ کا تذکیہ آدمی خود کرے، لیکن اس معاملے میں مشینوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ شرعی تذکیہ کی شرائط پوری ہوں۔ جانوروں کے ایک گروپ کو اگر مسلسل ذبح کیا جا رہا ہو تو ابتدا میں بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہے، لیکن اگر تسلسل رک جائے تو دوبارہ پڑھنا ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهٗ
(ب) اگر گوشت ایسے ممالک سے درآمد ہوتا ہو جہاں کی آبادی کی اکثریت اہل کتاب ہو
اور ان کے جانوروں کو جدید سلاٹر ہاؤسز میں شرعی تذکیہ کی شرائط کے مطابق ذبح کیا جاتا ہو تو
وہ حلال گوشت ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكُلُوا مِمَّا كَفَّلَ لَكُمُ﴾ --- [المائدہ: ۵]

”اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے۔“

(ج) جو گوشت ایسے ممالک سے درآمد ہوتا ہو جن کی آبادی کی اکثریت غیر اہل کتاب ہو،
وہ حرام ہیں۔ اس لیے کہ ان کے بارے میں گمان غالب ہے کہ ان جانوروں کی جانیں
ایسے لوگوں کے ہاتھوں جاتی ہیں جن کا تذکیہ حلال نہیں ہے۔

(د) جو گوشت غیر مسلم ممالک سے آتے ہوں، اگر ان کے جانوروں کا تذکیہ شرعی طریقے پر
کسی قابل اعتماد اسلامی بورڈ کی نگرانی میں ہوتا ہو اور تذکیہ کرنے والا مسلمان یا کتابی (یہودی یا
عیسائی) ہو تو وہ حلال ہیں۔ [ماخوذ از جدید فقہی مسائل اور ان کا مجوزہ حل، شائع کردہ
ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، ماڈرن اسلامک فقہ اکیڈمی، کراچی]

مندرجہ بالا امور کا تعلق قربانی و ذبیحہ سے ہے اور ذبیحہ کے مسائل سے آگاہی اس موقع پر
نہایت ضروری ہے۔ جہاد رسول اللہ ﷺ کے حین حیات ظاہری جس قدر ہوا، اس کی مثال نہیں ملتی
اور جس بے مانگی و بے سروسامانی کے عالم میں مسلمانوں نے دشمن افواج کا مقابلہ کیا، وہ بھی
بذات خود ایک قابل ذکر و قابل فخر کارنامہ ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی اس کی ومدنی جہادی زندگی میں
کہیں کوئی ایک موقع بھی ایسا نہیں آیا کہ آپ ﷺ نے یہ حکم دیا ہو کہ قربانیاں اس سال نہ کی جائیں
اور قربانی کے جانور جن لوگوں نے پال رکھے ہوں وہ بیچ کر مجاہدین کو فنڈ فراہم کریں تاکہ وہ
تلواریں، نیزے، زربے اور بھالے خرید سکیں، نہ عہد خلافت راشدہ میں کبھی ایسا کوئی فرمان جاری ہوا
کہ قربانی کے جانوروں کی خریداری کی بجائے مسلم مجاہدین کو گھوڑے اور سواریاں خرید کر دی جائیں،
لہذا یہ بات اچھی طرح سمجھ لی جانی چاہیے کہ شعائر اسلام جس طرح سے شارع نے مقرر کر دیے ہیں
ان کو اسی طرح ان کی اسی اسپرٹ پر باقی رکھتے ہوئے اسلامی اصولوں پر عمل کیا جائے گا، ان میں
کسی پیوند کاری کرنے یا ان کی تحسین و تحمیل کے جذبے سے ان میں تحریف کرنے کی ضرورت نہیں۔
اللہ رب العزت سب کی قربانیاں قبول فرمائے۔

آمین بجاہ نبیہ الامین الکریم الذی ہو بالمؤمنین راؤف راحیم



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۴۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

قربانی کے جانور --- عمر یا دانت؟

ابوالانعام محمد رمضان المحقق النوری رحمہ اللہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اندریں مسئلہ کہ:

- ۱ قربانی کے جانوروں میں عمر کا اعتبار ہے؟
- ۲ ان کے دانتوں کا کیا اعتبار ہے؟ بینوا توجروا ---

السائل

ابوالجلیل نذیر احمد ظہیر، ساکن چاہ بکری

ڈاکخانہ حاصل ساڑو تحصیل منجن آباد (بہاول نگر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّی التَّحْقِیْقَ وَالصَّوَابَ

قربانی کے جانوروں میں صرف عمر کا اعتبار ہے، صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۱۵۵/سنن ابوداؤد، جلد ۲،
صفحہ ۳۰/مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۱۲۷ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مِسْنَةً اِلَّا اَنْ يَّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَجَدْعَةٌ
 مِنَ الضَّأْنِ ---

”رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ صرف مسن کی قربانی کرو مگر دشواری ہو تو چھ ماہ کا
 دنبہ کرلو“ ---

اس حدیث پاک کے تحت اس مسنہ کی تشریح اشعة اللمعات، جلد ۱، صفحہ ۶۰۸/ عون المعبود
 شرح ابوداؤد، جلد ۳، صفحہ ۵۲، میں اس طرح مذکور ہے:

وَالنَّظْمُ مِنْهُ مِسْنَةٌ بَضْمُ الْمِيمِ وَ كَسْرُ السِّينِ وَ النُّونُ الْمُشَدَّدُ قَالَ ابْنُ
 الْمَلِكِ هِيَ الْكَبِيرَةُ بِالسِّينِ فَمِنْ الْاِبِلِ الَّتِي تَمَّتْ لَهَا خُمْسُ سِنَيْنِ وَ دَخَلَتْ فِي
 السَّادِسَةِ وَ مِنَ الْبَقَرِ الَّتِي تَمَّتْ لَهَا سَتَتَانِ وَ دَخَلَتْ فِي الثَّالِثَةِ وَ مِنَ الضَّأْنِ
 وَ الثَّنِيِّ مَا تَمَّتْ لَهَا سَنَةٌ (إِلَى أَنْ قَالَ) فَالْمِسْنَةُ وَ الثَّنِيُّ مِنَ الضَّأْنِ وَ الْمَعْزُ عِنْدَ
 الْحَنَابِلَةِ وَ الْحَنْفِيَّةِ مَا تَمَّتْ لَهَا سَنَةٌ وَ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ وَ أَكْثَرِ أَهْلِ اللُّغَةِ مَا
 اسْتَكْمَلَ سَنَتَيْنِ ---

”حضرت ابن الملک نے فرمایا کہ مسنہ وہ ہے جو عمر کے ساتھ بڑی ہو، تو اونٹ سے
 مسنہ وہ ہے جس کے پانچ سال پورے ہوں اور چھٹے سال میں داخل ہو، گائے سے
 مسنہ وہ ہے جس کے دو سال پورے ہوں اور تیسرے سال میں داخل ہو اور بھیڑ، دنبہ،
 بکری سے مسنہ وہ ہے جس کو ایک سال ہو جائے“ ---

”آگے فرمایا کہ مسنہ اور ثنی، بھیڑ بکری سے احناف اور حنابلہ کے نزدیک وہ ہے جو
 ایک سال کا ہو اور شوافع اور اکثر اہل لغت کے نزدیک وہ ہے جو دو سال پورے کر لے“ ---
 اور امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شرح بخاری، جلد ۱۲، صفحہ ۲۸۷ میں فرماتے ہیں:
 وَ الْاَسْنَانُ جَمْعُ سِنٍّ وَ الْمُرَادُ بِهِ الْعُمُرُ ---
 ”اور اسنان سن کی جمع ہے اور اس سے مراد عمر ہے“ ---

اس مسن اور ثنی کی تشریح میں لغت کی معتبر کتابیں تاج العروس، جلد ۱۰، صفحہ ۶۲/ لسان العرب،
 جلد ۱۴، صفحہ ۱۲۳/ نہایہ، جلد ۱/ لغات الحدیث، جلد ۱، صفحہ ۵۳ میں مذکور عبارت یہ ہے:
 وَ النَّظْمُ مِنْهُ ---

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ۴۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
 ”امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

ثنیۃ (جس کی قربانی کا حدیث پاک میں امر ہے) سے مراد وہ بکری ہے جو
 ایک برس کی ہو کر دوسرے میں لگی ہو اور گائے جو دو برس کی ہو کر تیسرے میں لگی ہو
 اور اونٹنی جو پانچ برس کی ہو کر چھٹے میں لگی ہو اور نر کا بھی یہی حکم ہے“ ---
 تاج العروس، لسان العرب اور نہایہ مذکورہ کی عبارت یہ ہے:

وَ عَلٰی مَذْهَبِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ مَا دَخَلَ مِنَ الْمَعْزِ فِي الثَّانِيَةِ وَ مِنَ الْبَقَرِ
 فِي الثَّالِثَةِ --- الخ
 فتاویٰ نذیریہ میں ہے:

”سن بکری کا ایک سال یعنی پورا اور دوسرا شروع اور گائے اور بھیڑ کا دو سال
 یعنی پورے اور تیسرا شروع اور اونٹ کا پانچ سال اور چھٹا شروع..... الخ“ ---
 اس حدیث پاک کے کلمات جَدْعَةٌ مِنَ الضَّأْنِ کی تشریح شرح مسلم امام نووی، جلد ۲،
 صفحہ ۱۵۵ میں ہے:

مَا لَهُ سَنَةٌ تَامَّةٌ هُوَ الْأَصْحُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا وَ هُوَ الْأَشْهُرُ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ وَ
 غَيْرِهِمْ وَ قِيلَ مَا لَهُ سِتَّةُ أَشْهُرٍ قِيلَ سَبْعَةٌ وَ قِيلَ ثَمَانِيَةٌ قِيلَ
 عَشْرَةٌ الخ ---

”جذعہ وہ ہے جو ایک سال کا ہو، یہی ہمارے اصحاب کے نزدیک بہت صحیح ہے
 اور اہل لغت وغیرہ کے نزدیک زیادہ مشہور ہے اور کہا گیا ہے کہ جذعہ چھ ماہ کا ہے
 اور کہا گیا ہے کہ سات ماہ کا اور کہا گیا ہے کہ آٹھ ماہ کا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس ماہ کا
 جذعہ ہوتا ہے“ ---

ان تصریحات اور عروں میں اختلاف اور تعینات سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے جانوروں میں
 عمر کا اعتبار ہے، ورنہ دانتوں یعنی دو دانتوں کے گرنے (دندہ ہونے) کا ذکر کرتے۔

وَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
 عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ



دوسری و آخری قسط

اوجھڑی کا مسئلہ

امام اہل سنت مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر علامہ ابوالبرکات
سید احمد شاہ صاحب قدس سرہ العزیز (حزب الاحناف، لاہور) کا فتویٰ

سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو

”امام اعظم“ کیوں کہا جاتا ہے؟

مولانا مفتی محمد اشرف قادری

سوال

حلال جانور میں کون کون سے حصے کھانے حرام ہیں، نیز بکرے کے کپوروں کے بارے میں
کیا حکم ہے؟

ریاض احمد، جماعت دہم، حافظ آباد

الجواب

نر، مادہ کی شرم گاہ، پیچہ، حرام مغز، کپورہ، خون، پہلنا (مٹانہ) ---
اگر اوجھڑی خوب صاف کر لی جائے کہ اس میں بالکل بو باس نہ رہے تو
بلا کراہت جائز ہے۔ کذا فی البدائع ---

پنجاب میں کپورہ کھانے کا بکثرت رواج ہے اور بعض کباب فروش ایک ہی توڑے میں گردے،
کباب کی ٹکیاں تلتے ہیں اور ساتھ ہی اسی چربی، گھی یا تیل میں کپورے بھی بھونتے ہیں اور
کپوروں کا عرق ان کبابوں میں بھی شامل ہوتا ہے، وہ بھی کپوروں کی طرح حرام و ممنوع ہو جاتے ہیں ---
[ماہ نامہ رضوان، لاہور، ۷ تا ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ء]



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۲۸ ﴾ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

نوٹ: یہ مضمون دو حصوں پر مشتمل ہے اس کا پہلا حصہ اگست/ستمبر ۲۰۱۲ء

کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔ [ادارہ]

اب رہ گئی یہ بات کہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو ”امام اعظم“ کیوں کہا جاتا ہے؟ تو اس بات کی
بہت سی وجوہ ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

① امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بلحاظ طبقہ دیگر مشہور ہم عصر مجتہد اماموں سے بڑے ہیں۔ آپ کا سنہ ولادت
۸۰ھ ہے، جو کہ خیر القرون علی الاطلاق یعنی قرن اول کا زمانہ ہے اور آپ کا شمار تابعین میں
ہوتا ہے۔ جب کہ آپ کے ہم عصر ائمہ مجتہدین مثلاً امام مالک و امام اوزاعی وغیرہا، نیز
آپ کے بعد کے ائمہ مثلاً امام شافعی و امام احمد بن حنبل وغیرہما رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کو بھی
طبقہ تابعین میں سے ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔ اس لیے آپ کو ”امام اعظم“ کہتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
چنانچہ امام شہاب الدین احمد بن حجر المکی، شیخ الاسلام حافظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن
علی المعروف ”ابن حجر“، عسقلانی شارح صحیح البخاری کے فتاویٰ سے نقل فرماتے ہیں:

وَفِيْ فِتَاوٰی شَيْخِ الْاِسْلَامِ اِبْنِ حَجَرَ (اَلْعَسْقَلَانِيْ) اَنَّهُ اَذْرَكَ جَمَاعَةً مِنْ
الصَّحَابَةِ كَانُوْا بِالْكُوفَةِ بَعْدَ مَوْلِدِهِ بِهَا سَنَةً ثَمَانِيْنَ فَهُوَ مِنْ طَبَقَةِ التَّابِعِيْنَ
وَلَمْ يَثْبُتْ ذَلِكَ لِاحَدٍ مِنْ اَنْمَةِ اَلْمَصَابِرِ الْمُعَاَصِرِيْنَ لَهُ كَالْاَوْنَمَاعِيِّ بِالشَّامِ
وَالْحَمَادِيْنَ بِالْبَصْرَةِ وَ الشُّوْمَرِيْ بِالْكُوفَةِ وَ مَالِكٍ بِالْمَدِيْنَةِ الشَّرِيفَةِ وَ اَللَّيْثِ
بِنِ سَعْدٍ بِبَصْرَ اِنْتَهٰی ---

”شیخ الاسلام حافظ ابن حجر (عسقلانی) کے فتاویٰ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے
صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا جو ۸۰ھ میں آپ کی پیدائش کے بعد وہاں موجود تھے۔
لہذا آپ طبقہ تابعین میں شامل ہیں۔ جب کہ یہ فضیلت آپ کے معاصر مختلف علاقوں سے
تعلق رکھنے والے ائمہ میں سے کسی کے لیے مثلاً اوزاعی کے لیے جو شام میں تھے، اور
حماد بن سلمہ و حماد بن زید کے لیے جو بصرہ میں تھے، اور کوفہ میں سفیان ثوری اور
مدینہ شریف میں مالک اور مصر میں لیث بن سعد کے لیے ثابت نہیں ہو سکی“ ---

② امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ مجتہد امام ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مجموعہ قرآن و سنت کی
روشنی میں شرعی اجتہاد کے ہمہ گیر اصول و قواعد وضع کیے۔ ہر باب سے متعلق دشوار پیچیدہ
مسائل کو حل اور غیر منصوص مسائل کا استخراج و استنباط فرمایا، نیز علم شریعت کے بکھرے ہوئے
مسائل کو ”کتاب الطہارۃ“ سے لے کر ”کتاب المیراث“ تک فقہی ابواب کی موجودہ ترتیب
کے مطابق کتب اور ابواب پر باقاعدہ تحریری طور پر مرتب و مدون کر کے ان کو آسان اور
ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ پھر بعد کے تمام ائمہ مجتہدین و فقہاء مصنفین امام مالک، سفیان ثوری،
امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ و دیگر علماء نے انہی اصول و قواعد سے استفادہ کیا اور
اپنی تصنیفات میں اسی ترتیب کو اپنایا۔

چنانچہ امام احمد بن حجر المکی الشافعی، شافعی المذہب ہونے کے باوجود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی
اس اولیت کے بارے میں اعتراف حق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اِنَّهُ اَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ عِلْمَ الْفِقْهِ وَ رَتَّبَهُ اَبْوَابًا وَ كَتَبَ عَلٰی نَحْوِ مَا هُوَ عَلَيْهِ الْيَوْمَ

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۵۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
وَتَبِعَهُ مَالِكٌ فِيْ مَوْطِئِهِ وَ مِنْ قَبْلِهِ اِنَّمَا كَانُوْا يَعْتَمِدُوْنَ عَلٰی حِفْظِهِمْ --- [۱]

”امام ابوحنیفہ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور اسے ابواب و کتب
(فہمہ) کی موجودہ ترتیب پر مرتب کیا اور آپ ہی کی ترتیب کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنے موطا میں پیروی کی، ورنہ آپ سے پہلے تو علماء محض اپنے حفظ پر اعتماد کرتے تھے“ ---
خطیب بغدادی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن داود الخرمی سے روایت کرتے ہیں کہ
آپ نے فرمایا:

يَجِبُ عَلٰی اَهْلِ الْاِسْلَامِ اَنْ يَدْعُوْا اللّٰهَ لِابِيْ حَنِيفَةَ فِيْ صَلَوَاتِهِمْ قَالَ
وَذَكَرَ حِفْظَهُ عَلَيْهِمُ السُّنَنَ وَ الْفِقْهَ --- [۲]

”اہل اسلام پر لازم ہے کہ اپنی نماز میں امام ابوحنیفہ کے حق میں دعا کیا کریں،
کیوں کہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے سنن (نبویہ) اور فقہ کو محفوظ کر دیا“ ---
یہی مضمون مشہور اہل حدیث غیر مقلد عالم مولانا محمد داؤد غزنوی نے حافظ ابن کثیر کی کتاب
”البدایۃ و النہایۃ“ کے حوالے سے نقل کیا اور نہ صرف اس کی تائید کی، بلکہ اسے امام صاحب کا
بلند مرتبہ تسلیم کرتے ہوئے دلیل کے طور پر ذکر کیا۔ (دیکھو ”مقالات مولانا محمد داؤد غزنوی“
مطبوعہ مکتبہ نذیریہ، لاہور، صفحہ: ۵۶)

اور امام محدث و فقیہ قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی الصمیری اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا
مندرجہ ذیل قول نقل فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَنْظُرْ فِيْ كُتُبِ اَبِيْ حَنِيفَةَ لَمْ يَتَّبَحَّرْ فِيْ الْفِقْهِ --- [۳]

”جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ نہ کرے وہ علم فقہ و شرائع میں
تبخر نہیں ہو سکتا ہے“ ---

امام صمیری کے شاگرد علامہ خطیب بغدادی اپنی سند متصل کے ساتھ امام شافعی کا یہ قول
نقل کرتے ہیں:

مَنْ اَرَادَ اَنْ يَعْرِفَ الْفِقْهَ فَلْيَلْزَمْ اَبَا حَنِيفَةَ وَ اصْحَابَهُ، فَاِنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ
عِيَالٌ عَلَيْهِ فِي الْفِقْهِ --- [۴]

”جو شخص فقہ و شرائع میں مہارت حاصل کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ امام ابوحنیفہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
اور ان کے شاگردوں کو لازم پکڑے۔ کیوں کہ لوگ سب کے سب فقہ میں ان کے
محتاج ہیں۔۔۔۔۔

اور امام محدث محمد بن عثمان الدین الذہبی اپنی سند متصل کے ساتھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے
روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

اجْتَمَعْنَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ فِي نَقَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ مِنْهُمْ دَاوُدُ
الطَّائِيُّ وَالْقَاسِمُ بْنُ مَعْنٍ وَعَافِيَةُ بْنُ يَزِيدٍ وَ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَ وَكِيعُ بْنُ
الْبُرَّاجِ وَ مَالِكُ بْنُ مِغُولٍ وَ زُهَيْرُ بْنُ قَابِلٍ عَلَيْنَا بَوَّاهٌ وَقَالَ أَنْتُمْ مَسَاءَرُ قُلُوبِي
وَجَلَاءُ حُزْنِي وَ أَسْرَجْتُ لَكُمْ الْفِقْهَ وَ الْجَمْعَةَ وَ قَدْ تَرَكْتُ النَّاسَ يَطْنُونَ
أَعْقَابَكُمْ وَ يَلْتَمِسُونَ الْفَاطِكُمْ --- [۵]

”ہم امام ابو حنیفہ کے چند شاگرد جن میں داؤد طائی، قاسم بن معن (ابن مسعود رحمہ اللہ)
کے پڑپوتے) عافیہ بن یزید، حفص بن غیاث، وکیع بن الجراح (امام شافعی کے استاذ)،
مالک بن مغول اور زہری رحمہ اللہ تھے، ایک بارش والے دن میں امام ابو حنیفہ کے پاس جمع تھے۔
امام صاحب نے اپنا چہرہ ہماری طرف متوجہ کیا اور فرمایا کہ تم لوگ میرے دل کے سرور
اور رازدان اور میرے غم کو غلط کرنے والے ہو، میں نے فقہ کو تمہارے لیے ہموار اور
آسان کر کے اس کی باگ ڈور تمہارے ہاتھ میں دے دی ہے، اب سارے لوگ
تمہارے نقش پا کی اتباع اور تمہاری باتوں کی جستجو کیا کریں گے۔۔۔۔۔

③ کمال عقل و ذہانت، فقہی بصیرت، اجتہادی قوت اور علمی و عملی فضیلت کے اعتبار سے
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا پایہ اپنے تمام ہم عصروں اور بعد کے ائمہ سے نہایت بلند تھا۔ بلکہ
سچ تو یہ ہے کہ آپ اپنی ان خدا داد صلاحیتوں اور علمی و عملی خوبیوں کی وجہ سے علوم شریعہ میں
پوری امت کے مقتدا و پیشوا ہیں۔ لہذا اس وجہ سے بھی آپ کو ”امام اعظم“ کہا جاتا ہے۔
چنانچہ امام ابو عبد اللہ حسین بن علی الصیرفی اپنی سند متصل کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن
مبارک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

كُنْتُ عِنْدَ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَرَفَعَهُ ثُمَّ قَالَ اتَّذَرُونَا
مِنْ هَذَا - حِينَ خَرَجَ؟ قَالُوا لَا وَ عَرَفْتُهُ فَقَالَ هَذَا أَبُو حَنِيفَةَ الْعِرَاقِيُّ لَوْ قَالَ

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۵۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ
هَذِهِ اَلْأَسْطُوَانَةُ مِنْ ذَهَبٍ لَخَرَجْتَ كَمَا قَالَ، لَقَدْ وَفَّقَ لَهُ الْفَقْهُ حَتَّى مَا عَلَيْهِ
فِيهِ كَبِيرٌ مُنُونَةٌ - قَالَ وَ دَخَلَ عَلَيْهِ الثَّوْرِيُّ فَأَجْلَسَهُ دُونَ الْمَوْضِعِ الَّذِي
أَجْلَسَ فِيهِ أَبَا حَنِيفَةَ --- [۶]

”میں امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا،
آپ اسے ادب و احترام سے پیش آئے۔ پھر جب وہ شخص چلا گیا تو شاگردوں سے پوچھا
کہ کیا تم جانتے ہو یہ کون تشریف لائے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ مگر میں (عبد اللہ
بن المبارک) نے ان کو پہچان لیا۔ چنانچہ امام مالک نے فرمایا کہ یہ عراق کے
ابو حنیفہ تھے، (ان کے علمی پایہ اور زور استدلال کا یہ عالم ہے کہ) اگر کہہ دیں کہ یہ ستون
سونے کا ہے تو وہ ویسا ہی نکل آئے جیسا کہ انہوں نے کہا ہو۔ ان کو مہارت فقہ کی
وہ توفیق دی گئی ہے کہ اب ان پر اس کے مسائل حل کرنا کوئی زیادہ دشوار نہیں ہے۔
عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ پھر حضرت سفیان ثوری آپ کے پاس آئے تو ان کو
امام ابو حنیفہ سے مکر مرتبہ کی جگہ پر بٹھایا۔۔۔۔۔

اور خطیب بغدادی علامہ احمد بن علی بن ثابت اپنی سند متصل کے ساتھ حضرت ربیع بن یونس
سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

دَخَلَ أَبُو حَنِيفَةَ يَوْمًا عَلَى الْمَنْصُورِ وَ عِنْدَهُ عِيْسَى بْنُ مُوسَى فَقَالَ
لِلْمَنْصُورِ هَذَا الدُّنْيَا الْيَوْمَ فَقَالَ لَهُ يَا نَعْمَانُ عَمَّنْ أَخَذْتَ الْعِلْمَ قَالَ عَنْ
أَصْحَابِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ وَ عَنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ وَ عَنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَ مَا كَانَ فِي وَقْتِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلِيٍّ وَ جِهَ الْأَرْضِ أَعْلَمُ مِنْهُ -
قَالَ لَقَدْ اسْتَوْثَقْتُ لِنَفْسِكَ --- [۷]

”ایک روز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس تشریف لائے۔
اس وقت حضرت عیسیٰ بن موسیٰ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ منصور سے کہنے لگے،
یہ (ابو حنیفہ) آج دنیا کے بڑے عالم ہیں۔ تو منصور نے امام صاحب سے کہا: اے نعمان!
آپ نے کس سے علم حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر کے شاگردوں سے
حضرت عمر کا، حضرت علی کے شاگردوں سے حضرت علی کا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ

کے شاگردوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علم حاصل کیا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں روئے زمین پر ان سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا۔

منصور نے کہا کہ آپ نے اپنے لیے مضبوط علم حاصل کیا ہے۔۔۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ”تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے عیال (حتاج و پروردہ ہیں)“ پیچھے گزر چکا ہے۔ اور امام محمد شمس الدین الذہبی، ابن کاس کے واسطے سے امام ابو بکر المروزی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ لَمْ يَصِحَّ عِنْدَنَا أَنَّ اَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلَّهِ يَا اَبَا عَبْدِ اللَّهِ هُوَ مِنَ الْعِلْمِ بِمَنْزِلَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ هُوَ مِنَ الْعِلْمِ وَالْوَسْعِ وَالزَّهْدِ وَإِثَارِ الدَّارِ الْآخِرَةِ بِحَلٍّ لَا يُدْرِكُهُ فِيهِ أَحَدٌ --- [۸]

”میں نے ابو عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے سنا، فرماتے تھے کہ ہمارے نزدیک یہ ثابت نہیں کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔ یہ سن کر میں نے کہا الحمد للہ اے ابو عبداللہ! ان کا تو علم میں بڑا مقام ہے، تو آپ فرمانے لگے، سبحان اللہ! وہ (ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) تو علم و تقویٰ، زہد اور دیر آخرت کے اختیار کرنے میں اس مقام پر فائز ہیں کہ جہاں کسی اور کی رسائی نہیں ہو سکتی۔۔۔

حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی اپنی سند کے ساتھ حضرت محمد بن بشر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا تو وہ مجھ سے پوچھتے کہ کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے یہاں سے۔ یہ سن کر وہ فرماتے:

لَقَدْ جِئْتَ مِنْ عِنْدِ أَفْقِهِ أَهْلِ الْأَرْضِ --- [۹]

”تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو جو روئے زمین پر سب سے زیادہ فقیہ ہے۔۔۔

یہی حافظ ابو بکر خطیب بغدادی، نیز امام محدث حافظ شمس الدین محمد الذہبی، امام محدث و فقیہ سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

مَا مَقَلْتُ عَيْنِي مِثْلَ أَبِي حَنِيفَةَ --- [۱۰]

”میری آنکھ نے (علم و فضل میں) ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مثل نہیں دیکھا۔۔۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ

امام محدث و فقیہ ابو عبداللہ حسین بن علی الصیرمی، ان کے شاگرد حافظ ابو بکر خطیب بغدادی اور امام محدث حافظ شمس الدین الذہبی نے امام محدث و فقیہ حضرت عبداللہ بن المبارک کا یہ قول نقل کیا:

إِنْ كَانَ الْأَثَرُ قَدْ عُرِفَ وَ احْتِيجَ إِلَى الرَّأْيِ فَارَأَى مَالِكٍ وَ سُفْيَانَ وَ أَبِي حَنِيفَةَ - وَ أَبُو حَنِيفَةَ أَحْسَنُهُمْ وَ أَدْقُهُمْ فُطْنَةً وَ أَغْوَصُهُمْ عَلَى الْفِقْهِ وَ هُوَ أَفْقَهُ الثَّلَاثَةِ --- [۱۱]

”اگر حدیث معلوم ہو اور اجتہادی رائے کی ضرورت ہو تو یہ رائے امام مالک، سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کی لینی چاہیے اور امام ابوحنیفہ کی نظر عقل و ذہانت کے اعتبار سے ان سے زیادہ بہتر اور دقیق تر ہے اور فقہ میں سب سے زیادہ گہری جاتی اور وہ ان تینوں میں زیادہ فقیہ ہیں۔۔۔

امام محدث و فقیہ ابو عبداللہ حسین بن علی الصیرمی اپنی سند کے ساتھ نصر بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ امام الحمد ثین ”شعبہ“ کو جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو افسوس سے اِنَّا لِلّٰہ..... الخ پڑھی اور پھر فرمانے لگے:

لَقَدْ طُفِّي عَنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ ضَوْءُ نُورِ الْعِلْمِ، أَمَا أَنَّهُمْ لَا يَرَوْنَ مِثْلَهُ أَبَدًا --- [۱۲]

”بے شک اہل کوفہ سے نور علم کی روشنی بجھ گئی، سن لو! اب لوگ ابوحنیفہ کی مثل کبھی نہ دیکھیں گے۔۔۔

امام محدث حافظ شمس الدین الذہبی، امام بخاری کے استاذ گرامی امام فقیہ و محدث امام مکی بن ابراہیم کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ أَعْلَمُ أَهْلِ زَمَانِهِ --- [۱۳]

”امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہوئے۔۔۔

امام المرحوم والتعديل یحییٰ بن معین جو امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

الْقُرَاءَةُ عِنْدِي قِرَاءَةُ حَمْزَةٍ وَ الْفَقْهُ فَقْهُ أَبِي حَنِيفَةَ --- [۱۴]

”قرأت میرے نزدیک حمزہ کی قرأت اور فقہ امام ابوحنیفہ کی فقہ ہے۔۔۔

یہی امام یحییٰ بن معین اپنے استاذ گرامی امام الحمد ثین یحییٰ بن سعید القطان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
لَا نَكْذِبُ اللّٰهَ مَا سَمِعْنَا اَحْسَنَ مِنْ رَاٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ قَدْ اَخَذْنَا
بِاَكْثَرِ اقْوَالِهِ ---[۱۵]

”ہم خدا کا نام لے کر جھوٹ نہ بولیں گے، ہم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے
زیادہ بہتر اجتہادی رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر فقہی اقوال
اختیار کر لیے ہیں“ ---

امام شافعی رضی اللہ عنہ کے استاذ گرامی امام وکیع فرماتے تھے:

مَا لَقِيتُ اَحَدًا اَفْقَهَ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ ---[۱۶]
”میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہ پایا“ ---

نیز امام محمد بن حسن جو کہ امام شافعی کے شیوخ میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

كَانَ اَبُو حَنِیْفَةَ وَاحِدَ نَرَمَانِه ---[۱۷]
”امام ابوحنیفہ یکتا روزگار تھے“ ---

امام محدث، شیخ الاسلام یزید بن ہارون جو کہ امام احمد بن حنبل کے شیوخ میں سے ہیں،
فرماتے ہیں:

كَانَ اَبُو حَنِیْفَةَ اَحْفَظَ اَهْلَ نَرَمَانِه ، سَمِعْتُ كُلَّ مَنْ اَدْرَا كُنْهَ مِنْ
اَهْلِ نَرَمَانِه يَقُوْلُ اِنَّهٗ مَا رَاٰی اَفْقَهَ مِنْهٗ ---[۱۸]

”امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حدیث کے حافظ تھے۔
آپ کے معاصر علماء میں جس جس کو میں نے پایا اسے یہی کہتے سنا کہ اس نے
آپ سے بڑا کوئی فقیہ نہ دیکھا“ ---

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے استاذ گرامی حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم القاضی
فرماتے ہیں:

كَانَ اَبُو حَنِیْفَةَ خَلْفَ مَنْ مَضٰی وَ مَا خَلَفَ وَ اللّٰهُ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ
مِثْلُهٗ ---[۱۹]

”ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اسلاف کرام کے صحیح جانشین تھے اور قسم بخدا انہوں نے اپنے بعد
روئے زمین پر اپنی مثل کوئی نہ چھوڑا“ ---

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ۵۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
امام محدث علی بن عاصم کہتے ہیں:

لَوْ وُزِنَ عَقْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ بِنِصْفِ عَقْلِ اَهْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَ
بِهِمْ ---[۲۰]

”اگر روئے زمین کے آدمی لوگوں کی عقل سے امام ابوحنیفہ کی عقل تولی جائے
تو آپ کی عقل کا پلہ بھاری رہے گا“ ---

نیز یہی امام علی بن عاصم فرماتے ہیں:

لَوْ وُزِنَ عِلْمُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ بِعِلْمِ اَهْلِ نَرَمَانِه لَرَجَحَ عَلَيْهِمْ ---[۲۱]
”اگر امام ابوحنیفہ کا علم ان کے تمام اہل زمانہ کے مجموعی علم سے تولی جائے تو یقیناً
آپ کا علم ان سب کے علم سے بڑھا ہوا ہوگا“ ---

اور امام محدث نصر بن شہیل فرماتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ نِيَامًا عَنِ الْفِقْهِ حَتّٰی اَيَقُظُّهُمْ اَبُو حَنِیْفَةَ بِمَا فَتَقَهٗ وَ بَيَّنَّهٗ وَ
لَخَصَّهٗ ---[۲۲]

”لوگ علم فقہ (کی باریکیوں) سے غافل تھے، یہاں تک کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی
فقہی موشگافیوں، عقدہ کشائیوں اور ان کی فقہی مسائل کی تشریح و تلیخیص نے لوگوں کو
چونکا دیا“ ---

اور امام فقیہ و محدث حافظ بن میمون فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ فِیْ نَرَمَانَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَعْلَمَ وَلَا اَوْسَعَ وَلَا اَنْهَدَ وَلَا اَعْرَفَ
لَا اَفْقَهَ مِنْهٗ۔ تَاللّٰهُ مَا سَرَّ نَبِیِّیْ بِسَمَاعِیْ مِنْهُ مِائَةُ اَلْفِ دِیْنَارٍ ---[۲۳]

”امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان سے بڑا عالم، متقی، زاہد، عارف اور فقیہ
کوئی نہ تھا۔ ان کا درس فقہ و حدیث سننے کی بجائے مجھے ایک لاکھ سونے کی اشرفیاں بھی ملتی
تو میں راضی نہ ہوتا“ ---

الغرض امام مالک، امام شعبہ، امام ابو یوسف القاضی، امام سفیان ثوری، امام سفیان بن عیینہ،
امام عبد اللہ بن المبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام وکیع، عیسیٰ بن موسیٰ، امام یحییٰ بن
سعید القطان، امام یحییٰ بن معین، امام مکی بن ابراہیم، امام محمد بن حسن، امام علی بن عاصم، امام نصر بن
شہیل اور حافظ محمد بن میمون رضی اللہ عنہم، یہ پورے سترہ (۱۷) ائمہ کرام ہیں، جو سب کے سب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
اسلام کے صدر اول، اتباع تابعین اور سلف صالحین میں سے ہیں۔ سب اساطین علم و فضل اور
علمی دنیا کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ ان کی جلالت شان اور علمی شکوہ کا یہ عالم ہے کہ ان کا نام آتے ہی
بڑے بڑے اولیاء، عرفاء، عباد و زہاد، مفسرین، محدثین، فقہاء اور متکلمین کے سر ادب و احترام سے
جھک جاتے ہیں۔ یہ سب ایک زبان ہو کر تمام ہم عصر اور بعد کے علماء اعلام و ائمہ کرام پر امام اعظم
ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی علمی و عقلی و فکری، فقہی اور اجتہادی برتری کا ذکر کی چوٹ پر اعلان فرما رہے ہیں۔
کیا ان جہاں علم کی روشن شہادتوں کے بعد بھی کسی مسلمان کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ”امام اعظم“
ہونے میں شک رہ سکتا ہے؟

مزید گھر کی شہادتیں

اب ہم اس مسئلے پر بحث کو ختم کرتے ہوئے آخر میں غیر مقلد اہل حدیث و ہابیوں کے
دو بڑے مقتدر عالموں کی مزید گواہیاں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ غیر مقلد سائل اگر مندرجہ بالا
ائمہ سلف کے ارشادات سے بھی مطمئن نہ ہوا تو کم از کم اپنے بزرگوں کی شہادت حق سن کر تضرع و ہمت
اس کا دل نور یقین سے منور ہو جانا چاہیے۔ و اللہ الہادی

۱ نواب صدیق حسن خاں کی گواہی:

غیر مقلد و ہابیوں کے مقتدر پیشوا علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنی مشہور تصنیف
”الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ“ کے صفحہ ۳۲ پر رقم طراز ہیں:

مِنْهُمْ اِلِمَامُ جَعْفَرُ الصَّادِقُ وَ اَبُو حَنِيفَةَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ اِلِمَامُ
الْاَعْظَمُ وَ مَالِكُ وَ الدُّوْنَاوَعِيُّ وَ الثَّوْرِيُّ وَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِيسَ
الشَّافِعِيُّ وَ غَيْرُهُمْ۔ وَ هَذِهِ الطَّبَقَاتُ الثَّلَاثَةُ هِيَ الْمَشْهُودُ لَهَا بِالْخَيْرِ عَلٰی
لِسَانِ نَبِيِّنَا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَ هُمُ الصُّدُرُ الْاَوَّلُ وَ السَّلَفُ
الصَّالِحُ وَ الْمُحْتَجُّ بِهِمْ فِی كُلِّ بَابٍ ---

”ان (طبقہ ثالثہ کے ائمہ کبار) میں سے امام جعفر صادق، امام اعظم ابو حنیفہ
نعمان بن ثابت، امام مالک، امام اوزاعی، امام ثوری، ابن جریج اور امام محمد بن ادریس
شافعی وغیرہم ہیں (رحمہم اللہ)۔ اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک کی گواہی
کے مطابق یہی تین طبقے خیر و برکت کے ہیں۔ نیز یہی اسلام کے صدر اول اور
سلف صالح ہیں، جو ہر باب میں سند اور حجت کا درجہ رکھتے ہیں۔“ ---

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۵۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
۲ ابراہیم میرسیا لکھنؤ کی گواہی:

مولانا محمد داؤد غزنوی جو کہ غیر مقلدین کی جماعت میں بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے،
لکھتے ہیں کہ:

مولانا محمد ابراہیم سیالکھنؤ ہماری جماعت کے مشہور و مقتدر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے
اپنی کتاب ”تاریخ الہمدیث“ میں امام ابو حنیفہ کی مدح و توصیف اور ان کے خلاف ارجاء
(فرقہ مرجئہ سے ہونا) وغیرہ الزامات کے دفیعیہ میں ۲۹۳/۸ سائز کے ۸ صفحات وقف کیے..... پھر
کسی جگہ ان کا ذکر امام اعظم کے نام سے کرتے ہیں، کسی جگہ سیدنا امام ابو حنیفہ کہہ کر ادب و احترام سے
ذکر کرتے ہیں..... اور اس ساری بحث کو آخر میں مولانا محمد ابراہیم اس فقرہ کے ساتھ ختم کرتے ہیں:

”خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کی روایت کی بناء پر
حضرت امام ابو حنیفہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں۔ جن کو حافظ ذہبی جیسے
ناقد الرجال ”امام اعظم“ کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں..... الخ“ مخلصاً --- [۲۴]

۳ غیر مقلدین کے نہایت ہی مقتدر اور محترم عالم مولانا محمد داؤد غزنوی خود تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت الامام الاعظم“ --- [۲۵]

نام نہاد الہمدیث غیر مقلدوں و ہابیوں کے مسلمہ بزرگوں کی یہ تین شہادتیں ہیں جو کہ ہم نے
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے معزز لقب ”امام اعظم“ کے ثبوت میں پیش کی ہیں، جب کہ قبل ازیں
اسی سوال کے جواب کے آغاز میں اس مسئلے پر چھ شہادتیں ان کے ”فتاویٰ نذیریہ“ سے اور
ایک روشن شہادت مولوی محمد یوسف جبل پوری صاحب کتاب ”حقیقۃ الفقہ“ سے پیش کر آئے ہیں۔
وَ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ---

ہماری دعا ہے کہ مولائے تعالیٰ انہیں نہ صرف سائل، بلکہ تمام مدعیان الہمدیث غیر مقلدین
کے لیے ”سرمہ چشم بصیرت“ بنائے۔ آمین وَ مَا ذَلِكَ عَلٰی اللّٰهِ بِعَزِيزٍ

حوالہ جات

۱..... الخیرات الحسان، صفحہ ۲۸، مطبوعہ مصر

۲..... تاریخ بغداد، جلد ۱۲، صفحہ ۳۳۴

۳..... اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ، صفحہ ۸۱، طبع بیروت

۴..... تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۱۱۱

۵..... مناقب الامام ابی حنیفہ، صفحہ ۱۷، طبع مصر

۶..... اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ، صفحہ ۷۷، مطبوعہ بیروت

۷..... تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۹۹

۸..... مناقب الامام ابی حنیفہ، صفحہ ۲۷، طبع مصر

۹..... تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۲۳، مطبوعہ مصر

۱۰..... تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۳۶ / مناقب الامام ابی حنیفہ للذہبی، صفحہ ۱۹، مطبوعہ مصر

۱۱..... اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ، صفحہ ۷۷، طبع بیروت / تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۲۳، طبع مصر

مناقب الامام ابی حنیفہ للذہبی، صفحہ ۱۹، مطبوعہ مصر

۱۲..... اخبار ابی حنیفہ، صفحہ ۷۷، طبع بیروت

۱۳..... مناقب الامام ابی حنیفہ للذہبی، صفحہ ۱۹، طبع مصر / خلاصہ مذهب تہذیب

الکمال للخزرجی، صفحہ ۲۰، طبع بیروت

۱۴..... اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ، صفحہ ۸۰ / تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۳۷

۱۵..... تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۲۵، طبع مصر / مناقب الامام ابی حنیفہ للذہبی، صفحہ ۱۹، طبع مصر

۱۶..... تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۲۵، مطبوعہ مصر

۱۷..... اخبار ابی حنیفہ الصیمری، صفحہ ۳۲، طبع بیروت

۱۸..... اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ للصیمری، صفحہ ۲۶، طبع بیروت

۱۹..... اخبار ابی حنیفہ للصیمری، صفحہ ۳۶

۲۰..... اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ للصیمری، صفحہ ۳۰، طبع بیروت / تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۶۳، طبع مصر

۲۱..... اخبار ابی حنیفہ، صفحہ ۹ / مناقب الامام ابی حنیفہ للذہبی، صفحہ ۲۰، ۱۹

۲۲..... تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۲۵

۲۳..... الخیرات الحسان، صفحہ ۳۲، مطبوعہ مصر

۲۴..... مقالات داؤد غزنوی، صفحہ ۵۵

۲۵..... مقالات مولانا محمد داؤد غزنوی، صفحہ ۵۵، شائع کردہ مکتبہ نذیریہ لاہور



ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ۶۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

محبّتوں کا سائمان

سفر عمرہ پر روانگی کے وقت قلم بند کیے گئے تاثرات

صحافی محمد اصغر مجددی

اے ذوق کسی ہم دم دیرینہ کا ملنا

بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

رمضان المبارک میں حسب معمول میں کاروبار میں مصروف تھا کہ اچانک دوکان کی بیرونی سڑک کی جانب میری نگاہ انہی تو ایک دل کشا اور روح پرور منظر نظر نواز ہوا، جس سے طبیعت باغ و بہار ہو گئی۔ وہ سہانا اور خوبصورت منظر یہ تھا کہ ایک سفید رنگ کی کار بڑی سرعت کے ساتھ میرے سامنے سے گزر گئی۔ کار میں تشریف فرما جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ اور آپ کے سفر و حضر کے ساتھی صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری مدظلہ العالی کی ہلکی سی جھلک مجھے نظر آئی اور گاڑی پلک جھپکتے میں آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ آپ کے عمرے کے پروگرام کے بارے میں مجھے کچھ کچھ معلوم تھا، میں سمجھ گیا کہ فلائٹ کا وقت کم ہونے کی وجہ سے آپ بغیر رکے ہوئے لاہور کی جانب تیزی کے ساتھ محو سفر ہیں۔ صبح اس نظارے کو دیکھ کر قلب و نظر میں تسکین و طمانیت اور رگ و پے میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی اور میں ایک پر لطف اور ناقابل بیان کیف و سرور میں ڈوب گیا، کیوں کہ جب سے کار کا حادثہ پیش آیا تھا حضرت صاحبزادہ صاحب سے موبائل کے ذریعے تو رابطہ رہتا تھا لیکن بالمشافہہ ملاقاتوں کا سلسلہ تقریباً منقطع تھا۔ کئی سالوں سے آپ کا یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ بصیر پور شریف سے آتے ہوئے اور بیرونی تبلیغی دوروں سے واپس بصیر پور لوٹتے ہوئے اکتاہٹ و تھکاوٹ کے باوجود میرے پاس

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
کچھ دیر رک کر، ٹھہر کر عالمی مسائل، قومی معاملات اور مسلکی و جماعتی سرگرمیوں پر مشتمل امور پر
چیدہ چیدہ تبادلہ خیال فرما کر ڈھیروں دعائیں دے کر آگے روانہ ہو جاتے۔

کہاں استاذ العلماء، مفسر و محدث، متعدد کتابوں کے مصنف، سیاح، نعت گو شاعر، نصف صدی سے
تسلسل کے ساتھ جاری ماہ نامہ نور الحبيب جیسے موثر مجلے کے چیف ایڈیٹر، اہل سنت کے نامور راہنما،
نوریوں کی دلوں کی دھڑکن، پیر طریقت رہبر شریعت اور جانشین فقیہ اعظم جیسی نابغہ عصر شخصیت اور
کہاں میرے جیسا ایک فہم فہم، کم علم، ادنیٰ ساحقیر ناچیز قلمی کارکن، من آئم کے من دائم، میری خبر گیری
اور مجھ سے میل ملاقات، آپ کی محبت بھری دل نواز ہستی کی ذرہ پروری اور بے مثال عظمت اور
بڑے پن کی روشن دلیل ہے۔ میں اس اعزاز پر جتنا بھی فخر و ناز کروں وہ کم ہے۔ آپ کے دست راست
گرامی قدر صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری مدظلہ العالی کا بھی یہی معمول ہے، وہ اکثر و بیشتر
زیارت کرواتے رہتے ہیں۔ ان کی شخصیت کا روشن ترین پہلو یہ ہے کہ وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے
جملہ وابستگان کا بے حد خیال رکھتے ہیں، ان پر بے پناہ محبتیں نچھاور فرماتے ہیں۔ وہ جدید و قدیم
علوم سے بہرہ ور ایک انتہائی مختی، مخلص اور گونا گوں خوبیوں کے حامل باصلاحیت نوجوان ہیں۔
دور حاضر کے جدید ترین مواصلاتی نظام انٹرنیٹ کے صحیح استعمال پر کامل دسترس رکھتے ہیں۔ ماہ نامہ
نور الحبيب کی بذریعہ کمپیوٹر کمپوزنگ کی جب سے انہوں نے ذمہ داری سنبھالی ہے، ماہ نامہ نور الحبيب
کے گیٹ اپ کو چار چاند لگ ہیں۔ انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی کتب و رسائل کی
اشاعت کے معاملے میں وسیع تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب کی
مسلل تربیت و مشاورت و قیادت میں نور الحبيب کو انٹرنیشنل سطح پر لاکھڑا کیا ہے۔ آج معیار کے اعتبار سے
ماہ نامہ نور الحبيب پاکستان کے بڑے بڑے ڈائجسٹوں کے ہم پلہ ہو چکا ہے۔ فقیہ اعظم پہلی کیشنز
کے لیے ان کا وجود نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مشینی انداز میں کام کرتے ہیں، نوریوں کا
چلتا پھرتا سیکریریٹریٹ ہیں، حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب کے سیکرٹری، پی اے اور ڈرائیور کا رول
بھی احسن طریقے پر نبھا رہے ہیں۔ اللہ عز و جل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کار کے خطرناک حادثے میں
بطویل حضور سرور کائنات ﷺ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ ساتھ یہ بھی محفوظ و سلامت رہے۔
حادثے میں تباہ شدہ گاڑی کو دیکھنے والوں کا کہنا تھا کہ گاڑی میں موجود افراد کا زندہ بچ جانا
ایک معجزہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کی گمری میں یہ حادثہ رونما ہوا،
یہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ کی کرامت ہے کہ انہوں نے زبدۃ السالکین حضرت خواجہ جان محمد
ماہ نامہ نور الحبيب بصیر پور شریف ۶۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
اور حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہا الرحمہ کے چراغوں کی دھمکی فرماتے ہوئے انہیں حیات نو بخشی۔

دونوں حضرات کو کار میں جلوہ افروز دیکھ کر میں مسرور بھی ہو رہا تھا اور افسردہ بھی۔ مسرور اس لیے
کہ دل و جان سے عزیز دونوں ہستیوں کی بیک وقت زیارت ہو گئی تھی اور افسردہ اس لیے ہو رہا تھا
کہ گاڑی میرے سامنے سے گزر گئی تھی، ٹھہری اور رکی نہیں تھی، جس کے باعث میں بالمشافہ
ملاقات اور دست بوسی کا شرف حاصل نہیں کر سکا تھا، اس لیے مایوسی سے میرا منہ لٹک گیا تھا اور
زبان پر بے ساختہ یہ شعر جاری ہو گیا تھا:

نہ کچھ دیر ٹھہرے نہ کچھ بات کی بہت آرزو تھی ملاقات کی
میں سوچ رہا تھا، آپ سے پہلے بھی ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں لیکن آج چونکہ آپ ایک بہت بڑے
امتحان اور کرہنک آزمائش سے گزر کر انظہار تشکر کے لیے حجاز مقدس روانہ ہو رہے تھے، اس لیے
اگر آج ملاقات ہو جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔ اس ملاقات سے بہت لطف آتا اور بہت بڑی سعادت
حاصل ہوتی۔ میں تصورات کے بحر بیکراں میں گم ایسے ہی خیالات کے تانے بانے بن رہا تھا کہ
اچانک بانیہم کا ایک جانفزا جھونکا آیا اور میں نے دیکھا کہ شبیہ فقیہ اعظم محقق ابن محقق صاحبزادہ
علامہ محمد نعیم اللہ نوری سلمہ اللہ تعالیٰ ہونٹوں پہ دل نشین مسکراہٹ سجائے ہوئے میرے سامنے تھے،
ماہ نامہ نور الحبيب کا تازہ شمارہ ان کے ہاتھ میں تھا، علیک سلیک کے بعد فرمانے لگے کہ اباجی نے
آپ کو سلام کہا ہے اور یہ تازہ شمارہ آپ کے لیے بھیجا ہے۔ میں سمجھا کہ صاحبزادہ نعیم اللہ صاحب
دیپال پور تک آپ کے ساتھ آئے ہوں گے، ان کو یہاں اتار کر خود اگلے سفر پر روانہ ہو گئے ہیں۔
پرچہ پہنچانے پر میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور گزارش کی کہ آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں۔
وہ فرمانے لگے ہم بہت جلدی میں ہیں فلائٹ کا وقت قریب ہے، مجھے اجازت دیں، تیز رفتاری
کی وجہ سے گاڑی آگے نکل گئی تھی، جو کہ کچھ فاصلے پر کھڑی ہے۔ یہ بات سن کر مجھے بے پناہ خوشی ہوئی،
کیوں کہ حرمین شریفین کے مقدس سفر پر روانگی سے قبل حضرت صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری
دامت برکاتہم العالیہ اور صاحبزادہ فیض المصطفیٰ نوری سے ملاقات کی میری مراد پوری ہو گئی تھی اور
دلی تمنا برآئی تھی۔ دل مسرت و شادمانی سے جھوم اٹھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آج اگر میں
بارگاہ رب العزت سے اور بھی کچھ مانگ لیتا، مجھے وہ بھی ضرور مل جاتا، لیکن جو کچھ مل گیا تھا وہ ہی
بہت کافی تھا۔ دوکان پر کوئی دوسرا متبادل آدی نہیں تھا، دوکان کو اللہ کے سپرد کر کے بھاگ بھاگ
صاحبزادہ نعیم اللہ نوری صاحب کے ہمراہ میں گاڑی تک پہنچا۔ گاڑی میں موجود تمام احباب سے
علیک سلیک ہوئی، صاحبزادہ صاحب قبلہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ آپ کی خیریت دریافت کی اور

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
عرض کیا کہ ٹانگ کا فریج ابھی تازہ تازہ ہے، اپنا سب سے زیادہ خیال رکھیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب
فرمانے لگے کہ جنھوں نے بلایا ہے وہ خود حفاظت کرنے والے ہیں:

کشتی انہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیے ہیں

آپ کو ڈاک کے ذریعے پرچہ اکثر لیٹ ملتا ہے، فلائٹ کے وقت کی تنگی کے باعث
بائی پاس کے ذریعے نکلنا چاہتے تھے مگر آپ کو ملنے اور پرچہ پہنچانے کے لیے گاڑی کا رخ شہر کی جانب
کیا ہے۔ تازہ شمارے میں ”شہنشاہ عالم گیر کی عید اور دونی“ کے عنوان سے آپ کا مضمون بھی
شامل اشاعت ہے۔ لاہور پرچہ پہلے پہنچ گیا تھا، ڈاکٹر مفتی ضیاء الحییب صابری اور دیگر بہت سے
احباب کے فون آئے ہیں، جنہوں نے آپ کے مضمون کو بے حد سراہا ہے۔ واقعی موقع کی مناسبت سے
بہت اچھا مضمون ہے، مجھے بھی بہت پسند آیا ہے۔ اس دوران صاحبزادہ محمد نعیم اللہ نوری صاحب
اپنی سیٹ سنبھال چکے تھے، گاڑی چلنے لگی تو میں نے استدعا کی محترم المقام! عمرے کے دوران
مکہ مکرمہ اور مدینہ النبی ﷺ میں تمام مقدس مقامات پر دعاؤں میں یاد رکھیں۔

بہ سلامت رومی و باز آئی

اس کے ساتھ ہی گاڑی سٹارٹ ہوئی اور منزل کی جانب روانہ ہو گئی۔ گاڑی نگاہوں سے
اوجھل ہو گئی تو اس نشاط انگیز ملاقات کے لمحات کو قلب و روح میں سموتے ہوئے میں شاداں و فرحاں
دوکان پر لوٹ آیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ کی زیارت سے حاصل ہونے والی فرحت اور
راحت و تازگی کے جاں فزا اثرات سے بڑی دیر تک بہت زیادہ مسرور ہوتا رہا اور حضرت صاحبزادہ صاحب
کی عظمت کو سلام پیش کرتا رہا کہ وہ اپنے چاہنے والوں کی خواہشات کا کتنا زیادہ خیال رکھتے ہیں،
ایسے نازک وقت میں جب کہ وہ اتنے اہم سفر پر روانہ ہو رہے ہوں، فلائٹ کا وقت بھی تنگ ہو،
ان کا دیپال پور تشریف لا کر زیارت کروانا، پرچہ پہنچانا اور پرچہ میں شامل میرے مضمون پر
اظہار پسندیدگی فرمانا، میرے لیے کسی بہت بڑے تحفے سے کم نہیں۔ میرے لیے یہ سب سے بڑا اعزاز
اور بہت بڑی سعادت ہے۔ آپ کی کرم نوازیوں اور مہربانیوں کی یہ ادائیں دل میں اتر جانے والی ہیں۔
آپ کی ان ہی دلربا اداؤں نے آستانہ عالیہ سیدی فقیہ اعظم رحمہ اللہ کے عقیدت مندوں کو اپنا دیوانہ و پروانہ
اور گرویدہ بنا رکھا ہے۔ میرے ہر مضمون پر حضرت صاحبزادہ صاحب کی جانب سے مجھے ملنے والی
آشیر باد اور شاباش و حوصلہ افزائی نے مجھے دنیا داری کی آلائشوں سے لتھڑے ہوئے ایک عام
اخباری رپورٹر کے مقام سے اٹھا کر دینی موضوعات پر لکھنے والا قلم کار بنا دیا ہے، جو کہ یقیناً آخرت
کے لیے سامان نجات ہے۔ میرا نگ انگ دست بدعا ہے کہ اے اللہ! گلستان فقیہ اعظم کا سدا بہار پھول

ماہ نامہ ”نور الحییب“ بصیر پور شریف ۶۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
ہمیشہ تروتازہ رہے اور اسی طرح اپنی محبتوں اور شفقتوں کی خوشبوئیں بکھیرتا رہے اور کرم نوازیوں
اور محبتوں کا یہ سائبان سنیت و قادریت کے آسمان پر ہمیشہ تازہ رہے اور ہم اس مہربان سائبان کی ٹھنڈک
اور گہنی چھاؤں سے فیض یاب ہوتے رہیں۔ حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب کے ارادت مندوں کی
ہر وقت یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں، عمر میں، برکتیں عطا فرمائے اور آپ کو صحت کاملہ اور
تندرستی و توانائی عطا فرمائے۔ آمین

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

جانشین حضور سیدی فقیہ اعظم حضرت قبلہ صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی
حسب سابق اسال ۱۶ رمضان المبارک ۵/۱۲۰۱۲ء کو حاضری مدینہ طیبہ اور عمرہ کی
ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے اور تقریباً ایک ماہ شہر محبوب مدینہ طیبہ میں گزارنے کے بعد
۳/ ستمبر ۲۰۱۲ء/ ۱۵/ شوال المکرم کو مدینہ منورہ سے لاہور واپسی ہوئی۔ [ادارہ]

پیر طریقت استاذ العلماء حضرت خواجہ ابوالحقائق محمد رمضان المحقق النورانی رحمہ اللہ کا ۲۳واں

محقق ابن محقق مفتی ابو الفیضان محمد عبدالرحمن نوری قادری رحمہ اللہ کا ۹واں

دارالعلوم قادریہ نعیمیہ

کے ۳۷واں سالانہ اجلاس

دستار فضیلت و تقسیم اسناد

مورخہ: 16/ اکتوبر 2012ء، بروز منگل، بعد نماز عشاء

بمقام دارالعلوم قادریہ نعیمیہ محلہ پیر اسلام حویلی لکھا (اوکاڑا)

زیر صدارت و خطاب: جانشین فقیہ اعظم شیخ الحدیث علامہ الحاج صاحبزادہ

مفتی پیر محمد محبت اللہ نوری قادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ بصیر پور شریف

خطیب اسلام علامہ پیر سید فدا حسین شاہ، حافظ آباد

علامہ صاحبزادہ پیر ریاض احمد طاہر، پیر کریاں شریف

مناظر اسلام مولانا غلام مصطفیٰ نوری، ساہیوال

الداعی الی الخیر: صاحبزادہ محمد طاہر نورانی قادری، مہتمم ادارہ ہذا

وفیات

- حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے قدیم فاضل مولانا محمد رمضان نوری (باگ) ۱۸ رمضان المبارک کو وصال فرما گئے۔۔۔ موصوف فراغت کے بعد جامعہ فریدیہ ساہیوال، جامعہ اشرف المدارس اوکاڑہ میں تدریسی فرائض اور بعد ازاں اوکاڑہ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔۔۔ وہ نہایت مخلص عالم دین تھے۔۔۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمتہ واسعہ
- ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری کی اہلیہ ۲۳ ستمبر کی رات ملک بقاء ہو گئیں۔۔۔ جنازہ میں متعدد علماء کرام اور کثیر تعداد میں عوام و خواص نے شرکت کی۔۔۔ ختم چہلم ۱۴ اکتوبر، بعد نماز ظہر، الصابریہ ۲۰۵۔ علی بلاک، اتفاق ٹاؤن، ملتان روڈ لاہور میں ہوگا۔۔۔
- صابری صاحب کے داماد وحید الرحمن صابری کو یکے بعد دیگرے کئی صدمات کا سامنا رہا، والد گرامی کے سانحہ ارتحال کے تین ماہ بعد والدہ محترمہ کا وصال ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد اب ساس صاحبہ بھی وصال فرما گئیں۔۔۔۔۔ مولانا الحاج حافظ رحمت علی مدنی رحمہ اللہ، چک 58/5.L (گنوں) کی اہلیہ محترمہ اور مولانا محبوب احمد مدنی کی والدہ صاحبہ۔۔۔۔۔ مولانا قاری محمد علی نقشبندی، مہتمم جامعہ حضرت کرمانوالا، ساہیوال کی والدہ صاحبہ۔۔۔۔۔ مولانا الحاج محمد بخش نوری مدنی، مدینہ منورہ (حال دیپال پور) کی ساس صاحبہ۔۔۔۔۔ مولانا الطاف الرحمن، صدر جماعت اہل سنت اوکاڑہ (بگلہ گوگیرہ) کی والدہ صاحبہ۔۔۔۔۔ مولانا محمد عارف نوری رحمہ اللہ، جامعہ نوریہ، سبزہ زار لاہور کی بھانجی۔۔۔۔۔ مولوی نئی محمد نوری، شیلر جسو کے، حجرہ شاہ مقیم کی بھانجی اور بھابی صاحبہ۔۔۔۔۔ مولانا محمد منشا نوری، لیکن پور کے نانا جان۔۔۔۔۔ حافظ محمد خاور اکرام نوری، شیخ باسط اکرام نوری، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کی پھوپھی صاحبہ قضاۃ الہی سے وفات پا گئیں۔۔۔۔۔

اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَيْہِ رَاجِعُوْنَ

جائیں فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔۔۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ وسلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین



ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ۶۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

پروفیسر خلیل احمد نوری

کفار کے ظلم و ستم سہتے سہتے اب مسلمانوں کو چھٹا سال آگیا تھا، مخالفین کے طوفان تھمنے کے بجائے روز بروز شدت اختیار کرتے جا رہے تھے کہ سرور کائنات ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ پھیلا دیے:

اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ [۱]

”اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب کی بدولت غلبہ عطا فرما“۔۔۔۔۔

دوسری روایت میں ہے کہ عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ! اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ يَا بِيْ جَهْلٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ [۲]

”اے اللہ! ابو جہل اور عمر بن خطاب، دونوں میں سے جو تجھے پسند ہو، اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما“۔۔۔۔۔

تاج دارِ عالم ﷺ کی تو کوئی دعا مجیب الدعوات ﷺ کے حضور سے رد نہیں کی جاتی، جب کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ سے مانگنا تو دین کے غلبہ اور نصرت کے لیے تھا۔ چنانچہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
تاریخ انسانیت کے سینے میں ایک انوکھے باب نے جنم لیا اور جو شخص رسولِ آخر الزمان ﷺ کے
قتل کے ارادے سے گھر سے نکلا تھا، بہن اور بہنوئی کی استقامت اور سورۃ طہ کی اثر آفرینی سے
نبوت کی آغوش میں پناہ کا طلب گار بن کر دارِ ارقم پر دستک دے رہا تھا اور پھر فیضانِ نبوت کی
کرشمہ سازیوں نے کفر و شرک کی آلائشوں کو اس طرح کھرچ ڈالا کہ عمر رضی اللہ عنہ حق و باطل کے درمیان
سب سے بڑی حد فاصل قرار پائے۔ آپ کے اسلام قبول کرتے ہی مسلمانوں نے کھلم کھلا
صحینِ کعبہ میں نماز ادا کی، شیطانی طاقتیں سرپیٹ کر رہ گئیں، مشرکین نے کہا:
”مسلمانوں نے ہم سے سارا بدلہ لے لیا ہے۔“

فرشتوں نے صدائے تحسین بلند کی، سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا:

يَا مُحَمَّدُ! لَقَدْ اُسْتُبْشِرَ اَهْلُ السَّمَاءِ بِاسْلَامِ عُمَرَ --- [۳]

”یا رسول اللہ! فلک نشینوں نے عمر کے اسلام لانے پر جشن منایا ہے۔“

عالم الغیب والاشہادہ علیہ السلام نے قرآن نازل فرما کر اشارۃً یوں تائید فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ --- [۴]

”اے نبی! آپ کو پروردگار اور آپ کے متبعین ہی کافی ہیں۔“ --- [۵]

اور بارگاہِ نبوی ﷺ سے آپ کو ”فاروق“ کا لقب عطا ہوا [۶]، ارشاد ہوا:

إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِهِ وَ هُوَ الْفَارُوقُ، فَفَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ --- [۷]

”بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور دل پر حق کو ثبت فرما دیا ہے اور وہ

”فاروق“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، ہم مسلمان برابر کفار پر

غالب آتے رہے۔“ --- [۸]

یوں آپ نے عمر بن الخطاب سے ”فاروق اعظم“ کا فاصلہ ایک ہی جست میں طے کر لیا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، قرآن کریم کی روشنی میں

حضرت سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق بیس قرآنی آیات

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۶۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ
حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موافقت میں نازل ہوئیں۔ [۹]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”لوگوں کو جب بھی کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو لوگوں کی ایک رائے ہوتی

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی ایک رائے ہوتی، مگر اس معاملے میں قرآن کریم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوتا۔“ --- [۱۰]

تین نمائندہ آیات یہاں درج کی جاتی ہیں:

1 ایک یہودی نے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جبریل (علیہ السلام) ہمارا دشمن ہے۔

اس پر آپ نے فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَ مَلَائِكَتِهِ وَ رُسُلِهِ وَ جِبْرِيلَ وَ مِيكَائِيلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ﴾ ---

”جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو تو

اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔“ ---

چنانچہ سورۃ بقرہ: ۹۸ میں یہی الفاظ بطور وحی، نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئے اور

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی گئی۔ [۱۱]

2 جب یہودی اور منافق کے درمیان پانی کا تنازعہ ہوا اور حضور ﷺ کے فیصلے کے باوجود

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فریقین پہنچے، تاکہ آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں، تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے تلوار سے گردن اڑا دی:

هَكَذَا قُضِيَ لِمَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ --- [۱۲]

”جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ و ﷺ) کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتا، میں اس کا فیصلہ

اس طرح کیا کرتا ہوں۔“ ---

تو آپ کے اس قول و فعل کی تائید میں قرآن نے شہادت دی اور یہ آیات نازل ہوئیں:

”اگر کسی معاملے میں تمہارے درمیان جھگڑا ہو جائے، تو اسے اللہ اور رسول کے

حضور میں پیش کرو، اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہو۔۔۔۔۔“ --- [۱۳]

”کیا تم نے انھیں نہ دیکھا، جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ

35

تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا، پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا بیٹا بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ بنائیں، اور انہیں یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے۔۔۔ [۱۴]

”آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ ایمان دار نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ ﷺ کو منصف نہیں بنالیتے۔۔۔ [۱۵]

3 حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: لَوْ اَتَّخَذْتُ مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّی --- ”کاش! میں مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لوں۔۔۔

اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَ اَتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّی﴾ --- [۱۷]

”اور مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔۔۔ [۱۸]

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہشات اور آراء کی موافقت میں قرآنی آیات کا نزول اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ واقعات و حقائق کو جانچنے اور جوئی کے مطابق نتائج اخذ کرنے کے لیے آپ کی سرشت بڑی موزوں تھی، آپ کا خمیر ہی حق کی موافقت میں اٹھا تھا اور آپ کی مومنانہ فراست مشیت ایزدی کا ٹھیک ٹھیک ادراک کر لیتی تھی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، احادیث کی روشنی میں

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ --- [۱۹]
”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو عمر بن خطاب ہوتا۔۔۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اوصاف نبوت کے حامل تھے، ہاں! رسول اکرم ﷺ خاتم النبیین تھے اور نبوت کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

سر کا یمدینہ ﷺ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: يَاعُمَرُ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقَيْكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجَا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۷۰ ﴾ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ

فَجَا غَيْرَ فَجَا --- [۲۰]

”اے عمر! اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے گا، جس پر تم چل رہے ہو (بلکہ دوسرا راستہ اختیار کر لے گا)۔۔۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث پاک میں ہے:

اِنَّ الشَّيْطَانَ لِيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ! --- [۲۱]
”اے عمر! بے شک شیطان تم سے ڈرتا ہے۔۔۔

ایک اور روایت میں اسی حقیقت کو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِنِّيْ لَأَنْظُرُ اِلٰی شَيَاطِيْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فُرُوْا عَنْ عُمَرَ --- [۲۲]
”بے شک میں دیکھ رہا ہوں کہ جنوں اور انسانوں کے شیطان، عمر سے ڈر کر

بھاگ رہے ہیں۔۔۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے، اب اگر میری امت میں کوئی محدث ہے، تو وہ عمر بن خطاب ہے۔۔۔ [۲۳]

ائمہ محدثین کی صراحت کے مطابق محدث وہ ہے جس کی دل پر الہام ہو اور اس کی زبان پر فرشتے بولتے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، عشق رسالت مآب ﷺ کے آنیے میں

عقل اور عشق کی محرکہ آرائی اگر صرف شاعری کا موضوع نہیں اور کائنات کی ہر حقیقت میں ان دونوں کی جنگ دکھائی دیتی ہے تو ہمیں حیرت ہے کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں یہ دونوں متضاد قوتیں باہم صلح و آشتی سے کس طرح جلوہ گر ہوئیں؟ حکمت دین کی فہم، امور سیاست پر کامل عبور، افواج پر کنٹرول، امور سلطنت کے اعلیٰ انتظام اور اجتہادی بصیرت کے پیمانے میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو ناپا جائے تو آپ عقل و دانش اور بصیرت و فراست کے کوہ گراں دکھائی دیتے ہیں اور جب آپ کی ذات میں عشق رسالت مآب ﷺ کی فروانی اور والہانہ لگاؤ کی ہماہمی پر نظر پڑتی ہے تو آپ کی ذات عشق مصطفوی ﷺ کا پیکر محض دکھائی دیتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
سورہ عیس کی ابتدائی آیت سے بظاہر ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اللہ رب العزت نے
اپنے حبیب ﷺ سے شاید زرا جلالت آمیز بل و لہجہ میں خطاب کیا ہے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو
پتا چلا کہ ایک مسجد کا امام ہمیشہ نماز میں اسی سورت کی قراءت کرتا ہے، آپ کی غیرت عشق نے
یہ گوارا نہ کیا کہ محبوب کبریٰ ﷺ کی عظمت کو گھٹا کر پیش کیا جائے، خواہ ایسی کوشش تلاوت قرآن
کی آڑ میں ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نے ایک آدمی بھیج کر اس امام مسجد کو قتل کروادیا۔

اپنے عہد خلافت میں جب حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے
وفاائف مقرر کیے تو اس بات کا شعور اہتمام کیا کہ جو سرکار ﷺ کے منظور نظر صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں،
ان کے وفاائف زیادہ مقرر کیے جائیں۔ چنانچہ آپ حضرت ﷺ کے غلام حضرت سیدنا زید بن
حارثہ رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی تنخواہ اپنے بیٹے (حضرت سیدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ سے
زائد مقرر کی۔ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ دریافت کی، تو آپ نے فرمایا:
”رسول اللہ ﷺ، اسامہ کو تجھ سے زیادہ عزیز اور محبوب رکھتے تھے۔“

فتح مکہ کے موقع پر جب اسلامی لشکر مکہ کے قریب مر الظہران خیمہ زن ہوا، تو رات کے وقت
حضور ﷺ کے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے خچر پر سوار ہو کر نکلے۔ ذرا دور
سرداران قریش ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاسے ملاقات ہوئی۔ آپ نے انھیں بتایا
کہ اسلامی لشکر تمہارے سر پر آپہنچا ہے اور تمہاری خیر اسی میں ہے کہ میرے ساتھ چلو اور
رسول کریم ﷺ کے پاس چل کر امان کے طلب گار بن جاؤ۔ چنانچہ آپ ابوسفیان کو سواری پر
اپنے پیچھے بٹھا کر بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں چل پڑے۔ آپ جہاں سے گزرتے پہرہ دار، مجاہد اور
لشکر اسلام کے خیمہ زن سپاہی پوچھتے: ”کون؟“۔۔۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے خچر اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو پہچان کر بیٹھ جاتے۔ جب حضرت
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو آپ آگے بڑھے اور یہ دیکھ کر کہ آپ کے ہمراہ
ابوسفیان ہے، بولے:

”یہ تو خدا کا دشمن ابوسفیان ہے۔“۔۔۔

پھر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”الحمد للہ! کہ تجھ پر کسی شرط اور عہد کے بغیر قابو پانے کا موقع مل گیا۔“۔۔۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۷۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
پھر تیزی سے بارگاہ نبوی ﷺ کی جانب روانہ ہوئے، تاکہ ابوسفیان کے قتل کی اجازت لے لیں۔
دریں اثنا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ خچر دوڑا کر پہلے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں پہنچ گئے۔ حضرت سیدنا
عمر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر قتل ابوسفیان کی اجازت مانگی، حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:
”یا رسول اللہ! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔“۔۔۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مزید کچھ کہنا چاہا، تو حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بولے:
”عمر! اگر یہ بنی عدی بن کعب (حضرت عمر کا قبیلہ) میں سے ہوتا تو تم یہ نہ کہتے۔“۔۔۔
حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

”عباس! آپ نے یہ کیا کہا؟ قسم بخدا! آپ کا اسلام لانا میرے نزدیک
اپنے باپ خطاب کے ایمان لانے سے زیادہ محبوب ہے، کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ
آپ کا اسلام لانا رسول اللہ ﷺ کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ عزیز اور
محبوب ہے، اس لیے مجھے آپ کا دوزخ کی آگ سے بچنا، اپنے باپ کے دوزخ سے
رہائی پانے سے زیادہ اچھا لگا ہے۔“۔۔۔

فتوحات فاروقی

بقول شبلی نعمانی حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دس برس کی مدت میں 2251030 مربع میل
رقبے پر فتح اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ فتوحات کی یہ وسعت بجا طور پر آپ کے حسن تدبیر، معاملہ فہمی،
جرات مندانه اور حقیقت پر مبنی فیصلوں، شان دار انتظام اور اصولی جنگ سے آشنائی کی غماض ہے۔
آلات حرب اور افرادی قوت کی قلت کے باوجود دور دراز مقامات پر بڑے بڑے مضبوط قلعوں میں بند
اپنے سے کئی گنا اسلحہ سے لیس افواج کو پچھاڑتے چلے جانا، صرف حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی
فراست کا نتیجہ تھا۔ روم اور ایران کی مضبوط و توانا قوتوں کے پرہیز اڑائے جانے کا تصور ذہن میں ہو
اور ادھر اسلامی لشکر کی بے بضاعتی اور تعداد کی قلت پر نظر ڈالی جائے تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
کی عظمت ہزار گنا بڑھ جاتی ہے۔ بلاشبہ بعد کی تمام فتوحات آپ کی مساعی جلیلہ کے تسلسل کا نام ہے۔

محسن عالم -- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

عصر حاضر میں حکومتوں کے نظام وضع کرنے پر ماہرین اور ارباب اقتدار کو ہزاروں وسائل
اور لاتعداد مواقع میسر ہیں۔ کانفرنسیں، سمینار اور عالمی حالات کی رپورٹیں مسائل کو سمجھنے میں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
مدد دے رہی ہیں۔ چودہ سو سال قبل حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان وسائل سے تہی دامن
ہونے کے باوجود اہل عالم کو ایسا نظام سلطنت دیا، جس میں امن و آئشی اور خوش حالی اپنے جو بن پر تھی۔
بعد میں جتنے بھی نظام ہائے حکومت رائج ہوئے اور سلاطین عالم نے جن اصولوں کی روشنی میں ترقی کی
منازل طے کیں، وہ سب اصول جہاں بانی حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے وضع کردہ قوانین سے مستفاد تھے۔
جمہوریت، شورائی نظام، صوبوں کی تقسیم، تقسیم اختیارات، علاقائی خود مختاری، بے قاعدہ اور
باقاعدہ افواج کی اصطلاح و تنظیم، محکمہ پولیس، عدلیہ کی آزادی، بیت المال کا قیام اور ذرائع آمدن کی
گوننا گونی، تعمیر عامہ، زمینوں کی تقسیم، آب پاشی، شعبہ خبر رسانی، تعلیم و تدریس اور تنخواہوں کا اجراء،
غرض کہ کوئی شعبہ حیات ایسا نہ ہوگا، جس میں آپ کی اصلاحات نے بہتر نتائج نہ پیدا کیے ہوں اور
جس کے متعلق آپ کی ہدایات نہ موجود ہوں۔ اس لیے عالم اسلام کیا، عالم کفر کے تمام نظام بھی
کسی نہ کسی طرح حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مروجہ منہ منت سمجھے جائیں گے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عدل گستری اور مساوات

جن خصوصیات میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نظام سلطنت کی استواری کا راز مخفی تھا،
ان میں سرفہرست آپ کا عدل ہے۔ عدلیہ نوشیرواں کی طرح عدلیہ فاروقی بھی ایک عالمی حقیقت
کے طور پر سامنے آتا ہے، جو بادشاہ فقیر کے درمیان کوئی امتیاز قائم نہیں کرتا۔
ایک نو مسلم شہزادہ کعبے کے طواف میں مشغول تھا کہ قیمتی عبا کے کنارے پر کسی غریب مسلمان کا
پاؤں پڑ گیا۔ فخر و غرور کے مارے شہزادے نے غصے سے ایک تھپڑ مار دیا۔ مسلمان نے بھی ایسا ہی
جواب دیا، تو اس نے دربار فاروقی میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ آپ نے شکایت کے ازالے سے
معذوری ظاہر کی اور فرمایا:

”اسلام میں امیر اور غریب کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہے۔“

چنانچہ شہزادہ راتوں رات مرتد ہو کر وہاں سے بھاگ نکلا، لیکن آپ نے عدل و مساوات کے
دامن کو چھوڑنا پسند نہیں کیا۔

ایک دفعہ سردارانِ قریش نے ملاقات کرنا چاہی، معاشرتی اعتبار سے معمولی درجے کے
آزاد کردہ غلام صہیب، بلال اور عمار وغیرہ بھی وہیں موجود تھے، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے
انہیں غلاموں کو ملاقات کے لیے پہلے بلایا۔ قریشی سرداروں کو یہ بات سخت ناگوار گزری، خصوصاً

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۷۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
ابوسفیان (رضی اللہ عنہ)، جو زمانہ جاہلیت میں تمام قریش کے سردار تھے، سخت بیچ و تاب کھاتے ہوئے بولے:
”خدا کی قدرت دیکھو، غلاموں کو دربار میں جانے کی اجازت ملتی ہے اور ہمیں

انتظار کی مشقت میں مبتلا کیا جاتا ہے۔“

آپ کی عدل اور مساوات پسندی کے واقعات کے لیے ایک دفتر درکار ہے اور دنیا کا کوئی بادشاہ
اس سلسلے میں آپ کے ساتھ برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

زہد و تقویٰ

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ خوبی بھی بہت نمایاں تھی کہ آپ زہد و تقویٰ کے بلند درجہ پر فائز تھے،
دنیا اور اس کی لذتوں سے دل چسپی نہ تھی، بیت المال میں کثرت سے مال آتا مگر اپنی ذات پر خرچ کرنا
پسند نہ تھا، سادہ اور معمولی زندگی بسر کرتے۔ حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
”عمر بن خطاب نہ تو ہم سے پہلے اسلام لائے، نہ ہجرت کرنے میں ہم سے پہلے کی
مگر دنیوی لذات ترک کرنے اور آخرت میں رغبت کے اعتبار سے ہم سے
کہیں بڑھ کر تھے۔“ [۲۴]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قول بھی اسی کے مطابق ہے، فرمایا:

”اللہ کی قسم! عمر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ قدیم الحجرت نہ تھے، ہمیں معلوم ہے کہ وہ
ہم سے کس بنیاد پر فضیلت رکھتے تھے، وہ ترک دنیا میں ہم سے آگے تھے۔“ [۲۵]
حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کی قمیص میں دونوں کندھوں کے درمیان
چار پیوند لگے ہوئے تھے۔“ [۲۶]

ابو عثمان سے روایت ہے:

”میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، جب کہ وہ منیٰ میں حجرات کو ننگریاں مار رہے تھے،
ان پر پیوند لگا لباس تھا، جس میں چمڑے کے پیوند بھی تھے۔“ [۲۷]

خوف خدا

جہاں آپ اصول اور دھن کے پکے تھے، وہاں رعایا کے معاملات میں ڈرتے رہنا اور محشر میں
احساسِ جواب دہی کے تصور سے لرزتے رہنا بھی آپ کی طبیعت کا خاصا تھا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
ایک رات گلیوں میں گھوم رہے تھے کہ ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز سنی۔ معلوم ہوا کہ
بچے بھوک سے بلبلارہے ہیں، جب کہ ان کی ماں نے بہلانے کے لیے پانی سے بھری ہوئی ہانڈی
چولہے پر چڑھا رکھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازے کے قریب ہوئے اور فرمایا:
”بچے کیوں روتے ہیں؟“

عرض کیا: ”بھوک کے باعث“

فرمایا: ”یہ ہانڈی آگ پر کس لیے رکھی ہے؟“

بولی: ”میں نے اس میں پانی ڈال رکھا ہے، تاکہ بچے یہ سمجھیں کہ

کھانا پک رہا ہے اور بہل کر سو جائیں“

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر بیت المال میں آئے اور بوری لے کر اس میں آٹا،
گھی، کھجوریں، چربی، کپڑے اور درہم ڈال کر بھردی اور غلام سے فرمایا:

”اے اسلم! یہ بوری مجھ پر لاد دو“

غلام نے عرض کیا: ”امیر المؤمنین! یہ بوری میں اٹھا لیتا ہوں“

فرمایا: ”رہنے دو، آخرت میں مجھ سے اس بارے میں پوچھ گچھ ہوگی“

چنانچہ آپ اسے گردن پر اٹھا کر عورت کے گھر آئے اور ہانڈی میں آٹا، گھی اور کھجوریں ڈالیں
اور اپنے ہاتھوں سے اس میں چھجھلاتے اور اس کے نیچے آگ پھونکتے رہے۔ راوی حضرت اسلم کا
بیان ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی، میں نے دیکھا کہ دھواں آپ کی داڑھی سے نکل رہا تھا،
حتیٰ کہ کھانا پک گیا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھوں سے کھانا نکال کر بچوں کو کھلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔

آپ اسی طرح مشغول رہے حتیٰ کہ بچے کھیلنے اور ہنسنے لگے۔ آپ کے غلام اسلم کا بیان ہے
کہ مجھ سے فرمایا:

”اے اسلم! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے یہ کس لیے کیا؟“

عرض کیا: ”نہیں“

فرمایا:

”میں نے بچوں کو روتے ہوئے دیکھا تھا، لہذا مجھے برا لگا کہ میں ویسے ہی چلا جاؤں،

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۷۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
جب تک کہ انھیں ہنستا ہوا نہ دیکھ لوں۔ جب وہ ہنسنے لگے تو میرا دل خوش ہو گیا“۔۔۔ [۲۸]
شام کے ایک سفر سے جب واپسی ہوئی تو ایک بڑھیا کی کنیادیکھ کر اس سے حال دریافت فرمایا۔
بڑھیا نے دنیا کی نامساعدی اور غربت و افلاس کی شکایت کی اور کہا:
”جب سے عمر خلیفہ ہوئے ہیں، کوئی درہم و دینار عطیہ نہیں ملا“۔۔۔

آپ نے فرمایا:

”عمر کو اس قدر در و افتادہ مقام پر تیری کیسے خبر ہو سکتی ہے؟“

وہ بولی:

”واہ، سبحان اللہ! جب عمر اپنی رعایا کی خبر گیری نہیں کر سکتا، تو پھر اسے خلیفہ بننے کا
کیا حق پہنچتا ہے؟“

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا:

”ہائے عمر! کل قیامت کے دن تیرے اوپر کتنے دعوے دار ہوں گے“

پھر اس سے اس کا حق مظلومیت پچیس دینار کے عوض خرید لیا اور وعدہ لیا کہ تو روزِ حشر عمر پر
دعویٰ دائر نہیں کرے گی۔ اتنے میں حضرت سیدنا علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی
تشریف لائے اور آپ کو ”امیر المؤمنین“ کہہ کر پکارا۔ بڑھیا نام نہاد ہوئی اور ڈرنے لگی، آپ نے
اسے تسلی دی اور ایک کپڑے پر لکھوایا کہ عمر نے اس بڑھیا سے پچیس دینار کے عوض حق مظلومیت
خریدا ہے۔ حضرت سیدنا علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے گواہی لکھوائی اور دستاویز
حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حوالے کی کہ اگر میں آپ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو جاؤں
تو یہ تحریر میرے کفن میں رکھ دینا۔

غرض کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی ذات میں ایک مکمل جہان تھے۔ وہ سب اوصاف و خصائل،
جو انفرادی طور پر کئی شخصیات میں بکھرے پڑے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ذاتِ عمر رضی اللہ عنہ میں
جمع کر دیے تھے۔ آپ کی شخصیت کا مطالعہ کریں تو بے ساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ہے:

لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ

اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِىْ وَاحِدٍ

”اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ تمام جہان کو فرد واحد میں

حوالہ جات و حواشی

- ۱..... مشکوٰۃ، باب مناقب عمر، الفصل الثالث
- ۲..... ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابو حفص عمر ابن الخطاب
- ۳..... اسد الغابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۴۰-۱۴۲ الانفال: ۴۴
- ۵..... لباب النقول فی اسباب النزول، صفحہ ۱۱۳/ اسد الغابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۹
- ۶..... سراج المعانی، جلد ۵، صفحہ ۶۷ اسد الغابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۴۳
- ۸..... صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب
- ۹..... تاریخ الخلفاء اسد الغابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۱
- ۱۱..... لباب النقول فی اسباب النزول، صفحہ ۲۳/ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۲۴
- ۱۲..... سراج المعانی، جلد ۵، صفحہ ۶۷-۷۲
- ۱۳..... النساء: ۵۹ النساء: ۶۰ النساء: ۱۵
- ۱۶..... روح المعانی، جلد ۵، صفحہ ۶۷، ۷۲/ لباب النقول فی اسباب النزول، صفحہ ۷۳
- ۱۷..... البقرہ: ۱۲۵
- ۱۸..... مشکوٰۃ، باب مناقب عمر، الفصل الاول/ اسباب النقول، صفحہ ۲۸
- ۱۹..... مشکوٰۃ، باب مناقب عمر، الفصل الثانی، حدیث ۵۵۸
- ۲۰..... ایضاً، الفصل الاول
- ۲۱..... ترمذی، مناقب ابو حفص عمر بن الخطاب، باب ان الشیطان.....
- ۲۲..... ایضاً ۲۳..... ایضاً، باب قد کان فی الامم.....
- ۲۴..... اسد الغابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۷
- ۲۵..... ایضاً
- ۲۶..... ایضاً، صفحہ ۱۳۹ ۲۷..... ایضاً
- ۲۸..... اسد الغابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۵



حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مولانا ابوالنور محمد بشیر رحمہ اللہ

آپ حضور نبی کریم ﷺ کے تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔۔۔ واقعہ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے اور ۲۴ سال کی عمر میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ترغیب پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔۔۔ اسلام لانے والوں میں آپ کا چوتھا نمبر تھا۔۔۔ آپ کے فضائل و مناقب اور حیات طیبہ کے چند تابناک پہلو درج ذیل ہیں۔۔۔ [ادارہ]

ذوالنورین رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کی چار حجاز دایاں تھیں۔ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور حضرت عثمان کو اس بات کا بہت رنج پہنچا۔ تو حضور ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اور فرمایا اے عثمان! اگر میری سولہ کی بھی ہو اور ان کا یکے بعد دیگرے انتقال ہوتا جائے، تو میں یکے بعد دیگرے تمہارے نکاح میں دیتا جاؤں۔

[مواہب لدنیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۹۶]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
سبق: یہ خصوصیت صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے کہ نبی کی دو بیٹیاں آپ کے
 نکاح میں آئیں۔ جب سے دنیا شروع ہوئی، اس وقت سے لے کر قیامت تک، بجز حضرت عثمان کے
 نہ کوئی ہوا نہ ہوگا کہ جس کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں، اس لیے آپ کا لقب ”ذوالنورین“ ہے۔

حیاء عثمان رضی اللہ عنہ

ایک دفعہ حضور ﷺ اپنے دولت کدہ میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ران مبارک سے
 کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور اندر آنے کی
 اجازت مانگی۔ حضور ﷺ نے اجازت دے دی اور آپ اندر آ گئے اور حضور ﷺ اسی طرح
 بدستور لیٹے رہے اور ران مبارک یا پنڈلی مبارک سے کپڑا بدستور ہٹا رہا اور آپ گفتگو فرماتے رہے۔
 پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضور ﷺ نے انہیں بھی
 اجازت دے دی اور وہ بھی اندر آ گئے۔ حضور ﷺ پھر بھی بدستور لیٹے رہے اور ران یا پنڈلی مبارک سے
 کپڑا بدستور ہٹا رہا اور آپ گفتگو فرماتے رہے۔ پھر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور آپ نے
 اندر آنے کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ فوراً اٹھ بیٹھے اور اپنا کپڑا برابر فرماتے ہوئے ران یا
 پنڈلی مبارک کو ڈھانپ لیا اور پھر حضرت عثمان کو اندر آنے کی اجازت دی۔ ام المومنین حضرت
 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا،
 یا رسول اللہ! یہ کیا بات کہ صدیق اکبر آئے تو آپ بدستور لیٹے رہے۔ فاروق اعظم آئے تو آپ
 بدستور لیٹے رہے، مگر جب عثمان آئے تو آپ فوراً اٹھ بیٹھے اور کپڑا برابر فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا،
 اے عائشہ! میں اس شخص سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ [مشکوٰۃ، صفحہ ۵۵۳]

سبق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ شان ہے کہ فرشتے اور خدا کا رسول بھی ان سے حیا فرماتا ہے۔
 پھر جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات والا میں بے ادبی اور گستاخی کرے، کس قدر بے حیا ہے۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ..... سخاوت کے دھنی

جنگ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دے رہے تھے
 کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ساز و سامان سمیت ایک سوانٹ میں دیتا ہوں۔
 حضور ﷺ نے پھر ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ساز و سامان سمیت
 دو سوانٹ میں دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے پھر ترغیب دی تو حضرت عثمان نے پھر عرض کیا، حضور!
ماہ نامہ: ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۸۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
 ساز و سامان سمیت تین سوانٹ دیتا ہوں اور پھر ان تین سوانٹوں کے علاوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے
 ایک [۱] ہزار دینار بھی حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیے۔ حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی
 یہ سخاوت دیکھی تو حضرت عثمان کے پیش کردہ دیناروں میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال کر فرمایا، عثمان کے
 اس نیک عمل کے بعد اب اسے کوئی بات ضرر نہ دے گی۔ [مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۵۵۳]

سبق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت بڑے غنی تھے اور پھر سخاوت کے دھنی بھی تھے۔ خدا اور
 رسول ﷺ کے ارشاد پر اپنا سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔

جنت کا چشمہ

جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے تو یہاں کا پانی پسند نہ آیا، جو
 کھاری تھا۔ مدینہ منورہ میں ایک شخص کی ملکیت میں چشمہ تھا، جس کا نام رومہ تھا۔ وہ شخص
 اپنے چشمہ کا پانی قیامتاً دیتا تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم اپنا یہ چشمہ میرے ہاتھ جنت کے
 چشمے کے عوض بیچ دو۔ یعنی یہ چشمہ ہمیں دے دو اور جنت کا چشمہ مجھ سے لے لو۔ اس نے عرض کیا،
 یا رسول اللہ! میری اور میرے بال بچوں کی معاش اسی سے ہے، مجھ میں طاقت نہیں۔ یہ خبر
 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے ۳۵ ہزار روپے نقد دے کر اس شخص سے وہ چشمہ خرید لیا۔
 اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! جس طرح آپ اس شخص کو
 جنت کا چشمہ عطا فرمانے لگے تھے، اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو کیا حضور وہ جنت کا چشمہ
 مجھے دے دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں دے دوں گا۔ عرض کی، تو میں نے وہ چشمہ خرید لیا ہے
 اور مسلمانوں پر میں اسے وقف کرتا ہوں۔ [طبرانی شریف، الامن والعلی، صفحہ ۲۲۲]

سبق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قطعی جنتی اور جنت کے چشمہ کے مالک ہیں۔ اور یہ بھی
 معلوم ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ جنت اور جنت کی جو چیز، جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں۔

مبارک ہاتھ

ایک مرتبہ حضور ﷺ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے بھد عرہ مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے،
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ساتھ تھے۔ راستے میں ایک مقام حدیبیہ پر ٹھہرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو
 قریش مکہ کے پاس مکہ معظمہ بھیجا اور فرمایا، جا کر ان سے کہنا کہ ہمارا ارادہ کسی جنگ کا نہیں ہے،
 ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور
 دس ہزار روپے اس جنگ میں خرچ کیے۔ [مواہب لدنیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۷۲]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
ہم صرف زیارت بیت اللہ کے لیے آئے ہیں اور جو مسلمان مکہ معظمہ میں ہیں ان سے کہنا کہ
گھبراؤ مت، مکہ معظمہ عنقریب فتح ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا ﷺ کے
پیام بر بن کر مکہ معظمہ پہنچے اور قریش مکہ کو ارشاد نبوی سنایا۔ قریش مکہ نے جواب دیا کہ اس سال تو ہم
محمد ﷺ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے اور حضرت عثمان سے کہا کہ آپ اگر کعبہ کا طواف کرنا چاہیں تو
شوق سے کر لیں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بغیر رسول اللہ ﷺ کے
طواف کروں۔ اور پھر وہاں سے اٹھ کر مکہ کے ضعیف مسلمانوں کے پاس پہنچے اور ان کو مکہ کی فتح کی
بشارت سنائی۔ ادھر مقام حدیبیہ میں صحابہ کرام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ
بڑے خوش قسمت ہیں جو کعبہ معظمہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کے طواف سے مشرف ہو گئے ہیں۔
حضور ﷺ نے فرمایا، میں جانتا ہوں کہ عثمان میرے بغیر کبھی طواف نہ کریں گے۔

پھر جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس آنے میں کچھ دیر ہوئی تو آپ کے متعلق یہ بات مشہور ہو گئی
کہ قریش مکہ نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے۔ اس بات سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا اور
حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے کافروں کے مقابلہ میں جہاد میں ثابت قدم رہنے کی بیعت لی۔
اس بیعت میں چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہ تھے، اس لیے حضور ﷺ نے خود اپنا بایاں ہاتھ اپنے ہی
دائیں ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ ہاتھ عثمان کا ہے اور میں عثمان سے بھی بیعت لیتا ہوں۔

[تفسیر خزائن العرفان، صفحہ ۲۲/ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۰۷]

سبق: حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ گویا
حضرت عثمان کو حضور ﷺ سے ایک خاص نسبت حاصل ہے۔ پھر جو لوگ حضرت عثمان کے
مخالف ہیں، وہ لوگ گویا اس نسبت کے پیش نظر حضور ﷺ ہی کے مخالف ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا
کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ اتنے پیارے تھے اور آپ کے دل میں حضور ﷺ کا اس قدر
احترام و وقار تھا کہ بغیر حضور ﷺ کے بیت اللہ شریف کے طواف کو بھی نظر انداز کر دیا اور یہ بھی
معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اس بات کا علم تھا کہ عثمان شہید نہیں ہوئے اور وہ بخیریت ہیں۔
جب ہی تو آپ نے اپنے ہاتھ کو ان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی بیعت لی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن جو حضرت عثمان کے ہاتھوں جمع ہوا، اس نسبت سے اللہ ہی کے
ہاتھ سے جمع ہوا، کیوں کہ حضرت عثمان کا ہاتھ حضور ﷺ کا ہاتھ اور حضور ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے
تو حضرت عثمان کے ہاتھ سے جمع شدہ قرآن اللہ کے ہاتھ سے ہی جمع شدہ ہے۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۸۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
بے نظیر ضیافت

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی ضیافت کی اور عرض کیا، یا رسول اللہ!
میرے غریب خانہ پر اپنے خدام سمیت تشریف لائیں اور ماہر تالوار فرمائیں۔ حضور ﷺ نے
یہ دعوت قبول فرمائی اور وقت پر مع صحابہ کرام کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے چلے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چلے گئے اور حضور ﷺ کا ایک ایک قدم مبارک
جو ان کے گھر کی طرف چلتے ہوئے زمین پر پڑ رہا تھا، گنتے لگے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا،
اے عثمان! یہ میرے قدم کیوں گن رہے ہو؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ!
میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کے ایک ایک قدم کے عوض
میں آپ کی تعظیم و توقیر کی خاطر ایک ایک غلام آزاد کروں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تک
حضور ﷺ کے جس قدر قدم پڑے، اسی قدر غلام حضرت عثمان نے آزاد کیے۔

[جامع المعجزات، صفحہ ۶۵]

سبق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے غنی اور بڑے ہی سخی اور حضور ﷺ کے سچے محب اور
طالب تھے۔

مہر کی گم شدگی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کی مہر مبارک تھی جس پر ”محمد رسول اللہ“
کندہ تھا۔ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک کنوئیں پر بیٹھے تھے کہ اتفاقاً وہ مہر آپ کے ہاتھ سے
کنوئیں میں گر گئی۔ اس کنوئیں میں انسان کی کمر تک پانی تھا۔ حضرت عثمان نے حکم دیا کہ جو شخص
اس مہر کو کنوئیں سے نکال دے گا، ایک لاکھ روپیہ اسے انعام دوں گا۔ لوگوں نے ہر چند کوشش کی
اور اس کنوئیں کی مٹی تک نکال ڈالی مگر مہر نہ ملی۔ اس مہر کی برکت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سب مطب تھے،
مگر جب وہ مہر گم ہو گئی تو لوگوں کا خیال کچھ دگرگوں ہو گیا اور طرح طرح کی بے بنیاد شکایتیں
حضرت عثمان کی کرنے لگے اور معمولی معمولی باتوں پر آپ کی گرفت کرنے لگے۔ ایک شخص نے
مدینہ منورہ میں کبوتر اڑانے شروع کیے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کبوتروں کے پر کاٹ ڈالے،
اب وہ کبوتر باز حضرت کے دشمن ہو گئے۔ پھر کسی نے غلیل بنائی اور غلغلہ اڑانے لگا۔ آپ نے فرمایا
کہ اس سے کسی کو تکلیف ہوگی، وہ غلیل تروادی۔ غلیل باز بھی آپ کے دشمن ہو گئے۔ مہر کی گمشدگی سے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
اس طرح لوگ بلاوجہ آپ کے خلاف ہونے لگے۔ [سیرۃ الصالحین، صفحہ ۹۹]

42

سبق: چوں کہ شرف شہادت سے آپ نے مشرف ہونا تھا اور اس کی خبر حضور ﷺ نے پہلے ہی دے دی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مع ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ایک پہاڑ پر تشریف لے گئے اور وہ پہاڑ ہلا۔ تو حضور ﷺ نے اپنا پیر مبارک اس پہاڑ پر مار کر فرمایا، بظہر جا، اے پہاڑ! کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ [مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۵۵۴]

یہ دو شہید کون تھے؟ ایک حضرت عمر اور دوسرے حضرت عثمان۔ حضرت عمر تو شہید ہو گئے تھے اور حضرت عثمان کی باری تھی۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کان میں بھی شہید ہونے کا سارا قصہ بیان فرمادیا تھا۔ [نزہۃ المجالس، جلد ۲، صفحہ ۳۳۱]

اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس مقدر شہادت کی ابتداء اس مہر کی گمشدگی سے ہو گئی۔

ایک فتنے باز یہودی

عبداللہ بن سبا ایک شریر اور مفتن یہودی تھا۔ جو حضرت عثمان کے وقت میں منافق بن کر مسلمان ہو گیا تھا۔ کچھ دن مکہ و مدینہ میں رہا مگر یہاں اس کا داؤ نہ چلا تو پھر یہ مسافر شہر بصرہ میں گیا، کچھ وہاں نقص پھیلایا، پھر کوفہ میں گیا، مگر کہیں پورے طور سے اس کو موقع نہ ملا۔ جب مصر میں آیا تو اہل مصر کو یہ بات تعلیم دی کہ بتاؤ محمد کا مرتبہ زیادہ ہے یا عیسیٰ؟ سب نے کہا کہ ہمارے حضرت کا مرتبہ زیادہ ہے۔ کہا تو بڑا افسوس ہے کہ عیسیٰ تو قیامت سے پہلے دنیا میں آویں اور کافروں کو ہلاک کریں اور حضور ﷺ نہ آویں اور آپ کے دشمن جو چاہیں کیا کریں۔ یہ بات کب ہو سکتی ہے؟ بعض اہل مصر نے یہ رجعت کا مسئلہ مان لیا۔ جب اس یہودی کا یہ داؤ چل گیا تو پھر وہ ایک قدم اور آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ ہرنی کا ایک وصی ہوتا ہے اور جناب نبی کریم ﷺ کے وصی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ خلافت کا حق وصی کا ہوتا ہے، عثمان نے خلافت کو غصب کر لیا ہے، تم کسی طرح عثمان کو خلافت سے الگ کرو اور علی کو بٹھاؤ۔ یہ بے دین یہودی حضرت علی کا بھی خیر خواہ نہ تھا، وہ تو محض مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ کئی لوگ اس کے اس داؤ میں بھی آگئے اور کہنے لگے کہ ہم عثمان کو کس طرح خلافت سے الگ کریں؟ وہ بولا کہ تم پہلے جو حاکم حضرت عثمان کی طرف سے مصر میں مقرر ہیں، ان کی شان میں اعتراض کرو اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرو اور جگہ جگہ مصر میں اور بصرہ میں خط روانہ کرو۔ چنانچہ جگہ جگہ سے خط حاکموں کے متعلق شکایتوں کے لکھے جانے لگے اور رائے عامہ کو اس طرف کیا جانے لگا کہ عثمان کے حاکم ظلم کرتے ہیں۔ بہت سے کوفہ اور بصرہ کے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
لوگ بھی اس کی سازش میں شریک ہو گئے، یہاں تک کہ اہل مصر و اہل کوفہ و بصرہ نے حضرت عثمان کی طرف لکھا کہ اور تو ہم ہر طرح چین سے ہیں مگر آپ کے حاکم ہم پر بڑا ظلم کرتے ہیں، آپ انہیں موقوف کر دیں۔ حضرت عثمان نے جواب میں لکھا کہ جس جس پر میرے عاملوں نے ظلم کیا ہے وہ اس مرتبہ ضرور حج کرنے آئے۔ میرے عامل بھی آئیں گے، اس وقت سب کے ظلم کا بدلہ دلاؤں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ادھر اپنے سب عاملوں کو طلب کر لیا، چنانچہ حکام تو سب آگئے مگر شکایت کرنے والوں میں سے کوئی نہ آیا۔ حضرت عثمان نے ان حاکموں سے پوچھا کہ تم لوگ کیوں ظلم کرتے ہو؟ تو ان سب نے عرض کیا کہ یہ بات بالکل غلط اور بناوٹی ہے، ہم نے کبھی کوئی ظلم نہیں کیا، چنانچہ حضرت عثمان نے بھی معلوم کر لیا کہ یہ محض شرارت اور جھوٹ ہے۔

[سیرۃ الصالحین، صفحہ ۱۰۰]

سبق: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ سازش یہودیوں کی تھی اور یہودیوں کی یہ دیلی خواہش تھی کہ مسلمانوں کی آپس میں پھوٹ پڑے اور ہمارا دل ٹھنڈا ہو۔

حاکم کی تبدیلی

ابن سبا یہودی کی سازش سے اہل مصر و کوفہ اور بصرہ والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئے اور بصرہ والوں نے ایک مرتبہ بے بنیاد شکایات کے خط لکھے، جن کا جواب حضرت عثمان نے دیا مگر انہوں نے جب دوسری مرتبہ بے بنیاد شکایتوں کے خط لکھے تو حضرت عثمان نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد پھر ابن سبا یہودی کے اکسانے پر ایک ہزار مصری اور اسی قدر کوفی، پانچ سو بصرہ کے لوگ حج کے نام سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ کو گھیر لیا۔ جب حضرت عثمان نے دیکھا کہ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں۔ تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ میری اور تمہاری قرابت ہے، لوگ تمہاری بات مان لیں گے۔ ان لوگوں کو منع کرو کہ میرے خون میں ہاتھ رنگیں نہ کریں اور جو کچھ ان کا مطلب ہے، بیان کریں، میں پورا کروں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس گئے اور سختی سے ان کو روکا اور دریافت فرمایا کہ تمہارا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مصر سے پہلے حاکم کو موقوف کیا جائے اور محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم بنایا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی اس بات کو تسلیم کر کے پہلے حاکم کو موقوف کر دیا اور محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم بنادیا۔ اہل مصر اس وقت واپس چلے گئے۔

[تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۱۱ / سیرۃ الصالحین، صفحہ ۱۰۱]

سبق: یہ باغی برائے نام طرف داران حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور دراصل ابن سبا یہودی کی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ
سازش کا شکار تھے اور خود حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ ہی کے طرف دار تھے۔ چنانچہ آپ نے
ان باغیوں کو تختی سے روکا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا
کہ اے امیر المومنین! آپ مجھے اجازت دیجیے، میں آپ کی طرف سے ان باغیوں کے ساتھ
جنگ کروں۔ مگر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اے علی! میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے لوگوں کا خون بہے۔
[حیوة الحيوان، جلد ۱، صفحہ ۱۱]

جعلی خط

حضرت عثمانؓ کا ایک رشتہ دار تھا، جس کا نام مروان تھا، یہ شخص بڑا نکما اور فتنہ باز تھا۔
حضرت عثمانؓ نے جب مصر کے حاکم کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو مقرر کیا تو چوں کہ مصر کا
سابق حاکم مروان کا رشتہ دار تھا، اس لیے اسے یہ بات بری معلوم ہوئی اور اس نے ایک جعلی خط
مصر کے حاکم کے نام لکھا کہ یہ خط عثمانؓ امیر المومنین کی طرف سے ہے، جس وقت محمد بن ابی بکر
تمہارے پاس آئے تو اسے قتل کر دینا اور فلاں فلاں سات آدمیوں کو بھی قتل کر دینا۔ خفیہ طور پر
حضرت عثمانؓ کی مہر لگا کر حضرت عثمانؓ کے غلام کو اونٹ پر سوار کر کے مصر روانہ کیا۔ راستہ میں وہ لوگ
اور یہ غلام باہم مل گئے۔ اس غلام سے پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو؟ کہا کہ میں مصر جاتا ہوں۔
پوچھا، کیوں جاتے ہو؟ کہا کہ امیر المومنین کا ایک پیغام بنام حاکم مصر لے کر جاتا ہوں۔ لوگوں نے کہا،
حاکم مصر تو ہمارے ساتھ ہے، جو پیغام ہے ان سے کہو۔ کہا، یہ نہیں وہ حاکم جو مصر میں ہے۔ کہا،
تمہارے پاس کوئی خط ہے؟ غلام نے کہا کہ نہیں کوئی خط نہیں۔ لوگوں کو شبہ ہوا، اس غلام کی تلاش لی،
تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے پہلے حاکم مصر کے نام خط ہے، اس میں لکھا ہے کہ محمد بن ابی بکر کو
لوگوں نے زبردستی حاکم مقرر کروایا ہے، جس وقت یہ لوگ مصر میں آویں تو محمد بن ابی بکر کے ہاتھ پیر
کاٹ دینا اور ان سب کو دائم حبس کرنا۔ یہ خط دیکھ کر سب غصے میں آگئے اور پھر واپس
مدینہ منورہ میں آئے اور مدینہ میں تمام لوگوں کو جمع کیا اور وہ خط سنایا۔ مدینہ کے لوگ وہ خط لے کر
حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط دکھایا اور پوچھا کہ یہ خط آپ نے لکھوایا ہے؟
حضرت عثمانؓ وہ خط دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمایا، میں نے یہ خط ہرگز نہیں لکھوایا۔ لوگوں نے کہا،
سواری کا اونٹ آپ ہی کا ہے؟ فرمایا، ہاں! اونٹ تو میرا ہی ہے اور جو غلام اس پر بیٹھ کر
خط لیے جا رہا تھا، وہ غلام بھی آپ ہی کا ہے؟ فرمایا، ہاں! وہ غلام بھی میرا ہی ہے۔ یہ مہر آپ کی ہے
جو خط کے اوپر لگی ہوئی ہے؟ فرمایا، ہاں! مہر بھی میری ہے۔ پھر خط آپ کا کیوں کر نہیں؟ فرمایا،

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ۸۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
واللہ! نہ میں نے خط لکھا، نہ لکھوایا، میری مہر کسی نے چرائی ہے اور میری طرف سے لگائی ہے۔
اب تو سب نے کہا یہ ایسے بوڑھے ہو گئے ہیں کہ ان کو مہر اور خط کی بھی خبر نہیں رہی، تو ان کو بہر حال
خلافت سے معزول کرنا ہی پڑے گا، ورنہ انہیں ہم قتل کر دیں گے۔

[تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۱۱ / سیرۃ الصالحین، صفحہ ۱۰۲]

سبق: حضرت عثمانؓ کے خلاف ابن سبائے سازش کی اور حضرت عثمانؓ کی
شہادت کا وقت قریب آ پہنچا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت

ابن سبا یہودی کی سازش اور مروان کی شرارت سے اہل بصرہ و کوفہ اور مصر والے حضرت
عثمانؓ کے بے گناہ خون سے ہاتھ رنگے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ وہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں
بلوہ کر کے آ گئے۔ اس وقت صحابہ کرام نے عرض کیا، یا امیر المومنین! آپ ہم کو لڑائی کا حکم دیجیے،
تا کہ ہم ان کو مار کر بھگا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو قسم ہے اللہ کی! میرے لیے کسی مسلمان کا
ایک قطرہ خون نہ گرانا، میں قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دوں گا؟ صحابہ کرام نے کہا، آپ
مکہ معظمہ چلے جائیں یا ملک شام چلے جائیے، وہاں حضرت امیر معاویہؓ ہیں اور ان کا لشکر ہے۔
آپ نے فرمایا، دوستو! میں آخری وقت میں اپنے نبی ﷺ کے مزار کو کس طرح چھوڑ کر چلا جاؤں؟
ہاں! مسجد نبویؐ میں چلتا ہوں اور ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ تم بلا وجہ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔
چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور ان بلوائیوں سے خطاب فرمایا کہ اے مصری لوگو! تم مجھ کو
کیوں قتل کرتے ہو؟ میری عمر تھوڑی سی باقی ہے، میں خود بخود ہی انتقال کر جاؤں گا۔ قسم ہے خدا کی
جب کبھی لوگوں نے کسی نبی کو ناحق قتل کیا ہے تو ہزار ہا آدمی اس نبی کے بدلہ میں قتل ہوئے اور میں
خلیفہ سید المرسلین ہوں، میرے بدلہ میں اتنی ہزار قتل ہوں گے۔ اگر مسلمان میرے قاتلوں سے
بدلہ نہ لیں گے تو آسمان سے اللہ تعالیٰ پتھر برساکر میرے قاتلوں کو ہلاک کر دے گا۔ دیکھو ایسا نہ کرنا،
خدا کی قسم اس وقت تو تم میری موت چاہتے ہو اور میرے قتل ہونے کے بعد یوں تمنا کرو گے کہ
کاش! عثمانؓ کا ایک ایک سانس ایک ایک برس کے برابر عمر کا ہوتا۔

اس وقت ایک بلوائی نے آپ کے ہاتھ کا عصا جو حضور ﷺ کا تبرک تھا، حضرت عثمانؓ
کے ہاتھ سے چھین کر اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا۔ فوراً اس کے گھٹنے میں ایک پھوڑا پیدا ہوا اور
شام تک اس کا سارا بدن گل کر مر گیا۔ اب بلوائی سیکڑوں کی تعداد میں حضرت عثمانؓ کے گرد آ کر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
 جمع ہو گئے اور مکان کو گھیر لیا اور یہ کہا اب ہم آپ کا قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ سب کا آنا جانا اندر کا
 بند کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نماز کے واسطے بھی گھر سے نہ نکلنے دیا۔ کوئی چیز کھانے کی بھی اندر نہ جانے دی،
 یہاں تک کہ آپ کا پانی بھی بند کیا، جو کچھ گھر میں تھا وہ سب کا سب ختم ہوا۔ پھر سارا گھر
 پیسا سامنے لگا۔ جب سات دن برابر اسی طرح گزرے اور کسی کو ایک قطرہ بھی پانی نہ ملا، تب
 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کی کھڑکی سے سر باہر نکالا اور آواز دی، یہاں علی ہیں؟ کسی نے
 جواب نہ دیا۔ فرمایا، یہاں سعد ہیں؟ پھر کسی نے جواب نہ دیا۔ حضرت عثمان نے فرمایا، اے امت محمدیہ!
 روم و فارس کے بادشاہ بھی اگر کسی کو قید کرتے ہیں تو ضرور قیدی کو دانہ پانی دیتے ہیں، اے لوگو!
 میں تمہارا ایسا گنہگار قیدی ہوں کہ مجھ کو پانی بھی نہیں دیتے۔ ہے کوئی جو اللہ واسطے عثمان کو ایک پیالہ
 پانی کا دے، اس کے بدلہ میں پہلا پیالہ جو مجھ کو میرے نبی ﷺ سے حوض کوثر پر ملے گا، اس کو
 دوں گا۔ وہاں حوض کوثر کی کس کو پروا تھی، مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی، تین مشکیں آپ نے
 بھر کر کمر سے تلوار باندھی اور سر پر آں حضرت ﷺ کا عمامہ باندھ کر پانی لے کر چلے اور لوگوں سے کہا
 کہ یہ کام تو کافر بھی نہیں کرتے جو کام تم نے کیا ہے۔ پانی بند نہ کرو، دیکھو غضب الہی نازل ہو جائے گا۔
 مگر ان ظالموں نے مشکوں میں برچھے مار کر پانی نکال دیا۔ اتنے میں جناب ام حبیبہ ام المومنین رضی اللہ عنہا
 ایک خچر پر سوار ہو کر اور ایک پانی کی مشک ساتھ لے کر آئیں اور یہ خیال کیا کہ کم بخت میرا تو
 ادب کریں گے اور لوگوں سے کہا کہ بنی امیہ کی کچھ امانت عثمان کے پاس ہے، ذرا میں ان کے پاس
 جانا چاہتی ہوں تاکہ وہ امانت لے آؤں۔ یہ سن کر بلوائی بولے کہ اوجھوٹی! یہ کہہ کر خچر کے منہ پر
 لکڑی ماری اور چار جامہ کا بند کاٹ دیا۔ خچر آپ کو لے بھاگا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا گرتے گرتے بچیں۔
 یہ واقعہ دیکھ کر لوگ گھبرائے اور یہ کہا، خدا تمہارا ناس کرے، ازواج نبی کے ساتھ ایسی بری طرح
 پیش آنے لگے؟ اہل مدینہ کو بہت غصہ آیا اور تلواریں لے کر حضرت عثمان سے عرض کیا کہ اب تو
 ازواج نبی کی بھی بے حرمتی ہونے لگی۔ اے عثمان! اب تو لڑنے کی اجازت دیجیے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم میرے لیے اپنی جانیں ضائع نہ کرو، مجھے لڑنا منظور ہوتا تو
 اب تک ہزار ہا فوج شام اور عراق سے منگواتا، میں لڑنا ہرگز نہیں چاہتا۔ سب کو قسمیں دے کر
 واپس کر دیا۔ پھر جب کچھ دن گزرے اور حضرت عثمان کو پیاس کی بہت سخت تکلیف ہوئی تو آپ نے
 پھر اپنا منہ کھڑکی سے باہر نکالا اور فرمایا، تم جانتے ہو جب حضور ﷺ مدینہ منورہ میں آئے تھے
 تو یہاں پانی مسلمانوں کو مول ملتا تھا اور کنواں یہود کے قبضہ میں تھا، حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ۸۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
 جو اس کنوئیں کو خرید دے اور اس کے بدلے میں جنت کا چشمہ لے لے، میں نے وہ کنواں
 ۳۵ ہزار کو خرید کر تمہارے اوپر وقف کیا۔ وہی آج میں ہوں کہ چالیس دن سے پانی کے لیے
 عثمان کے بچے روتے ہیں اور انہیں پانی نہیں ملتا۔ لوگو! تم کو معلوم ہے کہ مسجد نبوی ابتداء میں
 نہایت تنگ تھی میں نے پچیس ہزار روپیہ دے کر مکان اور زمین خرید کر مسجد نبوی میں شامل کی، آج میں
 ایسا ہو گیا کہ تم مجھ کو اسی مسجد میں دو رکعتیں پڑھنے سے روکتے ہو۔ لوگو! قیامت کے روز کیا عذر کرو گے؟
 پچاس دن تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسی مکان میں قید رہے، اس عرصہ میں برابر روزے رکھتے رہے،
 ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسالت مآب ﷺ اپنے مزار شریف سے باہر
 تشریف لائے اور حضرات ابو بکر رضی اللہ عنہ، آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت عثمان کے پاس آئے اور فرمایا،
 اے عثمان! کیا تمہیں پیاس بہت لگی ہے؟ تم نے چالیس دن تک روزہ رکھا، اے عثمان! کل کا روزہ
 تم ہمارے پاس آ کر کھلو گے، ہم حوض کوثر سے تمہارا روزہ کھلائیں گے۔ اے عثمان! کل تم شہید
 کیے جاؤ گے اور تمہارے خون کا پہلا قطرہ آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر پڑے گا۔
 یہ خواب دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کا دروازہ کھول دیا اور فرمایا، آنے دو، آج تو
 میری دعوت حضور ﷺ کوثر پر کر گئے ہیں۔ دروازہ کھولتے ہی بلوائی اندر گھس آئے اور اس خیال سے
 کہ کوئی دروازہ پھر بند نہ کر دے، کواڑوں کو آگ لگا دی۔ دروازہ کے اوپر چھپر پڑا تھا، اس کو بھی
 آگ لگ گئی۔ گھر والے گھبرا گئے، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت نماز پڑھتے تھے اور سورۃ طہ
 شروع تھی۔ گھر میں آگ لگ رہی تھی مگر جناب کی نماز یا قراءت میں ذرا بھی فرق یا لکنت نہ تھی،
 یہاں تک کہ نماز سے آپ فارغ ہوئے، قرآن منگایا، کھولا، سامنے رکھا، وہی آیت نکلی۔ ایک آدمی
 آپ کے قتل کے ارادے سے آپ کے پاس آیا، آپ نے فرمایا، تو مجھ کو قتل نہ کر، کیوں کہ نبی ﷺ نے
 تیرے لیے دعا کی تھی کہ اللہ تجھ کو عثمان کے خون میں ہاتھ نہ رنگنے سے بچائے۔ کیا تو میرے نبی کی
 دعا کے خلاف کرے گا؟ اس شخص کو تو یہ بات سنتے ہی پسینہ آیا اور شرمندہ ہو کر گھر سے باہر نکل گیا۔
 حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس موقع پر آئے اور فرمایا، ظالمو خبردار! عثمان کا خون نہ کرو، دیکھو،
 اللہ تعالیٰ ایک عثمان کے بدلے اسی ہزار قتل کرے گا۔ اس وقت تک مدینہ منورہ کی حفاظت
 فرشتے کرتے ہیں، جس وقت تم عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرو گے فرشتے چلے جائیں گے۔ ایک ظالم بولا،
 او یہودی بچے! تو کیا جانے، جا اپنا کام کر۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم صبر کرو۔

اتنے میں سودان بن حمران ایک شخص آیا اور کہنے لگا، او عثمان! تو کس دین پر ہے؟ آپ نے فرمایا،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ
میں دین محمدی پر ہوں۔ اس نے بڑے زور سے آپ کا گلا گھونٹا، پھر ایک اور ظالم آپ کے پاس آیا
اور آپ کے چہرے پر طمانچہ مارا اور تلوار آپ کی جانب اٹھائی۔ آپ نے ہاتھ سے تلوار کو روکا،
ہاتھ کٹ گیا، فرمایا، یہ وہ ہاتھ تھا جو جی لکھا کرتا تھا، آج یہ راہ مولیٰ میں کٹ گیا۔ یہ وہ ہاتھ تھا جس نے
سید المرسلین ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جس دن سے یہ ہاتھ نبی ﷺ کے ہاتھ سے ملا تھا،
کسی گندی چیز کو اس ہاتھ نے نہ چھوا تھا۔ لوگو! ذرا اس ہاتھ کو اچھی طرح دُفن کرنا۔ اس ظالم نے کہا،
لو بلاؤ اپنے مدگاروں کو۔ فرمایا، میرا جو مددگار ہے، میرے پاس ہے۔ پھر ایک اور ظالم آیا، اس نے
تین زخم آپ کے ماتھے پر اور تین چھاتی پر برچھی کی نوک سے کیے۔ اس وقت جو قرآن شریف
سامنے رکھا تھا اور اسے آپ پڑھ رہے تھے، اس پر پہلا قطرہ آپ کے خون کا جو پڑا، وہ اس آیت پر پڑا
فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ”اے عثمان! تیرا بدلہ لینے کو تیرا اللہ کافی ہے“ آپ اشہد ان لا اله الا الله و
اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے ہوئے زمین پر گرے۔ اس ظالم نے آپ کی پسلیوں پر
کو دنا شروع کیا، آپ کی تین پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ ظالموں نے آپ کی ازواج کا زیور اتارا اور
گھر کا سب اسباب لوٹ لیا۔ [تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۱۲ / سیرۃ الصالحین، صفحہ ۱۰۱]

سبق: عبداللہ ابن سبا یہودی کی سازش رنگ لائی اور اہل مصر اس کے منصوبہ کا شکار ہو کر
مسلمانوں میں ایک عظیم فتنے کے ظہور کا موجب بن گئے۔ یہ فتنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں
اور بھی زیادہ پھیلا اور یہودیت مختلف روپوں میں ظاہر ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو
اپنے نبی کریم ﷺ سے اپنی شہادت کا سارا قصہ معلوم ہو چکا تھا اور آپ راضی برضا الہی تھے۔
اسی واسطے آپ نے صحابہ کرام کو ان سے لڑنے کی اجازت نہ دی اور نہ ہی شام و عراق سے کوئی فوج منگوائی
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن سبا یہودی کی تعلیم سے بلوائیوں کے دل میں نہ صحابہ کی عزت رہی اور نہ
ازواج النبی ﷺ کی حرمت، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت شریفہ سے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی کچھ کم نہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ دردناک ہے۔ کربلا میں
ظالموں نے چند دن پانی بند کیا تھا مگر یہاں چالیس روز سے بھی زیادہ پانی بند رہا۔ اگر حضرت سیدنا
امام حسین رضی اللہ عنہ مظلوم ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سے بھی بڑھ کر مظلوم ہیں۔
(حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں
جام شہادت نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۹۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

کیا مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا جائز ہے؟

مفسر قرآن حضرت صدر الافاضل، بدرالامثل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
قدس سرہ العزیز تبحر عالم دین اور صاحب بصیرت دینی و سیاسی رہنما تھے۔ تحریک پاکستان میں
آپ کا کردار سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے اپریل ۱۹۴۶ء میں
بنارس میں تاریخ سازی کا نفرنس کا انعقاد کیا، جس میں پانچ ہزار علماء و مشائخ اور دولاکھ سے زائد
عوام نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس تحریک پاکستان کے لیے سنگ میل ثابت ہوئی۔

آپ نے متعدد کتب تصنیف کیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“
کے حاشیہ پر آپ کی تفسیر ”نزائے العرفان“ ایک عظیم علمی شاہکار اور اختصار و جامعیت کی مرقع ہے۔

ولادت: ۲۱ / صفر المظفر ۱۳۰۰ھ / یکم جنوری ۱۸۸۳ء

وصال: ۱۹ / ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ / ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء

ماہ عرس کی مناسبت سے آپ کا ایک فتویٰ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ [ادارہ]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے، مدینہ طیبہ کو یثرب نہ کہنا چاہیے،
کیوں کہ وہ مشتق ہے، یثرب سے، جس کے معنی فساد کے ہیں۔ یا یہ وجہ ہے کہ یہ نام ایک کافر کا تھا،
اس سے ایسی زمین پاک کو نسبت کرنا، سخت مذموم ہے۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أُسَمِّيَ الْمَدِينَةَ طَابَةً ---

”تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ مدینہ کا نام طابہ رکھوں“۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ منورہ کی طرف کسی بدبو کی نسبت کرے یا وہاں کی
ہوا کو برا کہے یا پسند نہ کرے، تو وہ شخص واجب التعزیر ہے۔ اور عمر و کہتا ہے کہ اگر یہ لفظ برا ہوتا تو
حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ جیسی ہستی ایسا کیوں لکھتی کہ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ

46

کے بود یا رب کہ رود ریشرب و بطحا کنم
کہ بکہ منزل و کہ در مدینہ جا کنم

تو معلوم ہوا کہ یثرب لکھنا جائز ہے اور متاخرین شعراء نے بھی اس کو لکھا ہے، جیسے مولانا تمنا صاحب یا مولانا فرید احمد وفا صاحب۔ تو اس بنا پر زید کا قول کسی طرح صحیح اور قابل تسلیم نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا؟ بینوا توجروا۔ (السائل)

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم و فصلی عن رسولہ (الکرم)
صورت مسئلہ میں زید کا قول صحیح اور قابل اعتماد و مطابق حکم نبوی ﷺ ہے، اس لیے کہ حدیث پاک میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے ممانعت وارد ہے اور یثرب کہنا منافقین کی طرف منسوب ہے۔ نیز یثرب اسم فصح ہے اور طیبہ یا مدینہ اسم حسن۔ اور اسماء حسنہ حضور اقدس ﷺ کو محبوب ہیں اور اسماء قبیحہ کی نسبت مبغوض۔ لہذا مدینہ طیبہ کو طیبہ، طابہ، مدینہ ہی کہنا چاہیے، یہی احمد ہے اور یہی محمود۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ بِقَرِيَّةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى يَقُولُونَ يَثْرِبُ وَ هِيَ الْمَدِينَةُ --- [صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ کو ایسے شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، جو تمام شہروں پر غالب آ جائے گا، لوگ اس کو یثرب کہیں گے، حالانکہ وہ مدینہ ہے۔“

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی مرضی ہے کہ اس شہر پاک کو یثرب کی بجائے مدینہ کہنا چاہیے اور اس بقعہ طہارہ کے لیے یثرب نام رکھنا غیر مناسب ہے۔ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں ہے:

يَقُولُونَ يَثْرِبُ وَ هِيَ الْمَدِينَةُ أَيْ أَنَّ بَعْضَ الْمُنَافِقِينَ يَسْمِيهَا يَثْرِبَ وَ اسْمُهَا الَّذِي يَلِيقُ بِهَا الْمَدِينَةُ --- [فتح الباری، جلد ۲، صفحہ ۷۰]

”یعنی بعض منافقین مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں اور یہ اس کی شان کے لائق نہیں، اس کی شان کے لائق نام ”مدینہ“ ہے۔“

دوسری حدیث شریف میں حضرت امام احمد رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۹۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ

مَنْ سَمَى الْمَدِينَةَ يَثْرِبَ، فَلَيْسَتْ غَفِرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، هِيَ طَابَةُ هِيَ طَابَةُ ---

[مسند امام احمد، جلد ۲، صفحہ ۲۸۵]

”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھے، اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، اس کا نام تو طابہ (طیبہ) ہے، اس کا نام تو طابہ ہے۔“

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُقَالَ لِلْمَدِينَةِ يَثْرِبُ سِوَاهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَيُّوبَ --- [فتح الباری، جلد ۲، صفحہ ۷۰]

”حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے۔“

اسی طرح فتح الباری میں ہے:

وَلِهَذَا قَالَ عِمْسَى بْنُ دِينَارٍ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ: مَنْ سَمَى الْمَدِينَةَ يَثْرِبَ كُتِبَتْ عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ - قَالَ: وَسَبَبُ هَذِهِ الْكَرَاهَةِ لِأَنَّهُ يَثْرِبُ إِمَّا مِنْ التَّثْرِيبِ الَّذِي هُوَ التَّوْبِيخُ وَالْمَلَامَةُ، أَوْ مِنَ الثَّرْبِ وَهُوَ الْفُسَادُ، وَكَلاَهُمَا مُسْتَقْبَحٌ، وَكَانَ ﷺ يُحِبُّ الْإِسْمَ الْحَسَنَ وَيَكْرَهُ الْإِسْمَ الْقَبِيحَ --- [فتح الباری، جلد ۲، صفحہ ۷۰]

”ان ہی احادیث شریفہ کی بنا پر عیسیٰ ابن دینار مالکی نے فرمایا کہ جس نے مدینہ کا نام یثرب رکھا، اس پر گناہ لکھا گیا اور اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یثرب یا تو تخریب سے ہے، اس کا معنی جھڑکنے اور ملامت کرنے کا آتا ہے اور یا ثرب سے بنا ہے اور اس کے معنی فساد اور خرابی کے ہیں۔ یہ دونوں معنی فصح اور برے ہیں اور حضور اقدس ﷺ اچھے نام کو محبوب رکھتے ہیں اور برے نام کو ناپسند فرماتے ہیں۔“

ان احادیث اور تصریحات اکابر سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا شرعاً مکروہ و ممنوع ہے اور اس پر استغفار کرنے کا حکم ہے اور اس یثرب کے معنی ایسے فصح ہیں کہ جس کو مدینہ طیبہ کی طرف منسوب کرنا سخت برا ہے، لہذا زید کا قول صحیح اور عمرو کا قول غیر صحیح ہے۔ رہا عمرو کا مولانا جامی رحمہ اللہ کے کلام سے استدلال، سو یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ حدیث میں ممانعت وارد ہوئی، تو اس کے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا پیش کرنا کیا مفید ہو سکتا ہے؟ کلام رسول کے لیے کلام غیر، ناسخ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں حضرت جامی رحمہ اللہ

Monthly NOOR UL HABIB Baseer Pur Sharif 93 October 2012

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهٗ
کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی وحوالی مراد ہیں، نہ کہ خاص شہر مدینہ۔ چنانچہ
یثرب پر بطحا کو بطریق تفسیر عطف فرمانا اس کا مؤید ہے۔ دوسرے شعر میں:

گرد صحرائے مدینہ بویت آمد یا رسول

من سر خود را فدائے خاک آں صحرا کنم

فرمانا، اس بات کی دلیل ہے کہ شعر اول میں یثرب سے مدینہ منورہ کے گرد و پیش کا صحرا مراد ہے۔
ایک بزرگ کے کلام کی اس قدر توجیہ نہایت بہتر ہے تاکہ ممانعت حدیث لازم نہ آئے، مگر
صریح احادیث کے ہوتے ہوئے اس بات کو سند بنانا، نادانی ہے۔ عمرو نے مولانا جامی رحمہ اللہ کا
شعر لکھا ہے، یہ آیت کیوں نہ لکھ دی، جس میں ارشاد ہوا:

يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مَقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا --- [سورہ احزاب: ۱۳]

مگر اس کا کام اس سے بھی نہ بنتا، کیوں کہ یہاں قرآن پاک میں مقالہ کفار نقل فرمایا ہے،
اس سے جواز پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری میں ہے:

وَقَالُوا : مَا وَقَعَ فِي الْقُرْآنِ إِنَّمَا هُوَ حِكَايَةٌ عَنْ قَوْلِ غَيْرِ الْمُؤْمِنِينَ ---

[فتح الباری، جلد ۴، صفحہ ۷۰۷]

”علمائے کرام فرماتے ہیں، قرآن کریم میں جو یثرب کا لفظ آیا ہے، وہ غیر مسلمانوں کا

قول حکایہ نقل کیا گیا ہے۔“ ---

اب بحمد اللہ مسئلہ واضح ولاح ہو گیا کہ مدینہ طیبہ کو ہرگز یثرب نہ کہا جائے اور یثرب کہنے والے پر
استغفار کرنے کا حکم ہے۔ ---

واللہ سبحانہ و تعالیٰ (رحمہ و رحمہ جزا) (نقل و ترجمہ)



عقیدہ ختم نبوت

مرتب: مفتی محمد امین قادری

جلد، آفٹ پیپر اعلیٰ امپورٹڈ نیوز پیپر پر

پہلی چھ جلدیں دوبارہ طبع ہوگئی ہیں اور بازار میں دستیاب ہیں

رابطہ: مکتبہ برکات المدینہ، جامع مسجد بہار شریعت، بہادر آباد کراچی

فون نمبر: 021-34219324

”مژدہ باد اے عاصیو! شافعِ شہ ابرار رحمہ اللہ ہے“

اعلیٰ حضرت کی زمین میں

صرف نعتِ مصطفیٰ رحمہ اللہ ہی شعر کا معیار ہے
مدحِ آقا رحمہ اللہ جب نہیں تو شاعری بے کار ہے
نام لیوا مصطفیٰ رحمہ اللہ کا صاحبِ کردار ہے
جو محبت ان کا نہیں ہے، وہ ذلیل و خوار ہے
ذرّہ خاکِ مدینہ رحمہ اللہ مطلعِ انوار ہے
اور فضائے شہرِ سرکارِ جہاں رحمہ اللہ گل بار ہے
قربتِ قبر میں جو مینار ہے، ضو بار ہے
جھللاتا اس میں نورِ حق سرِ البصار ہے
التفاتِ مصطفیٰ رحمہ اللہ کا وہ یم زخار ہے
جس کے آگے صفر میرا کبکب و ادبار ہے
رحمتِ حق سے وہ نا امید ہو سکتا نہیں
بندہٗ محبوبِ خالقِ رحمہ اللہ غلہ کا حق دار ہے
عالمِ ”صلِّ علیٰ احمد رحمہ اللہ“ جو ہے، اس شخص پر
ابرِ لطف و رحمتِ سرکارِ رحمہ اللہ کی بوچھاڑ ہے
حرف ”مَایَنْطِق“ سے واضح ہوگئی ہے حیثیت
ہر حدیثِ سرورِ عالمِ رحمہ اللہ بقا آثار ہے
مادحان و نعت گویانِ نبی رحمہ اللہ وہ لوگ ہیں
جن سے سب اہلِ صفا، اہلِ ولا کو پیار ہے
خواہشِ باغِ بہشتِ پاک میں محمود کو
گنبدِ سرورِ رحمہ اللہ کی سبزی دعوتِ دیدار ہے

راجا رشید محمود

نقشہ اوقات نماز برائے بصیر پور شریف و مضافات --- ماہ اکتوبر

تاریخ	صبح صادق، ابتداء فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب، انتهاء فجر	ظہور کبریٰ	ابتداء وقت ظہر	انحراف شمال اول	انحراف مشرق دوم آفتاب وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
-	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا
1	39	4	01	6	16	11	57	11
2	40	4	01	6	16	11	57	11
3	40	4	02	6	16	11	56	11
4	41	4	02	6	15	11	56	11
5	42	4	03	6	15	11	56	11
6	42	4	04	6	15	11	55	11
7	43	4	04	6	14	11	55	11
8	44	4	05	6	14	11	54	11
9	44	4	06	6	14	11	54	11
10	45	4	07	6	13	11	54	11
11	46	4	07	6	13	11	54	11
12	46	4	08	6	13	11	53	11
13	47	4	09	6	12	11	53	11
14	48	4	09	6	12	11	53	11
15	49	4	10	6	12	11	53	11
16	49	4	11	6	11	11	53	11
17	49	4	12	6	11	11	52	11
18	50	4	13	6	11	11	52	11
19	50	4	14	6	11	11	52	11
20	51	4	15	6	11	11	52	11
21	52	4	15	6	11	11	52	11
22	52	4	16	6	10	11	51	11
23	53	4	17	6	10	11	51	11
24	54	4	18	6	10	11	51	11
25	54	4	19	6	10	11	51	11
26	55	4	19	6	09	11	51	11
27	56	4	20	6	09	11	51	11
28	56	4	20	6	09	11	51	11
29	57	4	21	6	09	11	51	11
30	58	4	22	6	09	11	51	11
31	58	4	22	6	09	11	51	11

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ
نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تَرْجُو شَفَاعَتَهُ
لِكُلِّ هَوٍّ مِنَ الْأَهْوَالِ مُفْتَحِهِم

A.B.C. Certified

نور الحبيب بصیر پور

جلد نمبر: 24 شماره نمبر: 10

ISSN 1993-4238 Regd No. PS / CPL - 25

ذوالقعدة المبارک ۱۴۳۳ھ - اکتوبر 2012ء

ذیہ فضل عاطفت

عظیم فقیہ اعظم
حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور الدینی

بانی
دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
وماہنامہ نور الحبيب
(بصیر پور شریف)

صاحبزادہ محمد محمد الباقی نوری

چشمی ادارت

علامہ احمد علی قصوری
ڈاکٹر ضیاء الحبيب صابری
مولانا محمد منشاء تابش قصوری
پروفیسر خلیل احمد نوری

صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری

تربل زرکاتہ: انجمن حزب الرحمن (شعبہ تبلیغ) دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور ضلع اوکاڑا پوسٹ کوڈ 56011 فون نمبر: 044-4771014 044-4772214
E-Mail: noorulhabibmonthly@gmail.com Website: www.thenoori.com

خصوصی چندہ سالانہ: 1200/- روپے
عمومی چندہ سالانہ: 400/- روپے

35/- روپے